وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

بدر

جلد ۱۲ — شمارہ ۳۱

ایڈیٹر محمد حفیظ بقاپوری — نائب فیض احمد گجراتی

شرح چندہ: سالانہ ۔ ۶ روپے، ششماہی ۳/۵۰، ، بیرون ۸/۰ ،،

فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

۱۵ ظہور ۱۳۴۲ ہش | ۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ | ۱۵ اگست ۱۹۶۳ء

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۱۰ اگست (بوقت سوا آٹھ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ حضور کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر رہی ران پر پھوڑے کی جو تکلیف تھی اس میں بھی کمی ہے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے طبیعت بہتر ہے۔ الحمد للہ۔ احباب جماعت موجودہ خاص تحریک دعا کے مبارک ایام میں خصوصیت کے ساتھ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو کامل شفا عطا فرمائے آمین۔

لاہور ۸ اگست حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی گھوڑا گلی سے لاہور تشریف لے آئے ہیں آپ کی طبیعت تاحال بہت ناساز ہے آپ کو شدید کمزوری ہے اور بہت بے چینی اور گھبراہٹ کی شکایت ہے دوست خاص طور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو اپنے فضل سے کامل شفاء عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۱۳ اگست آج پانچ بجے کی گاڑی سے محترم مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ جناب مولوی برکات احمد صاحب ناظر امور عامہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے بکار سلسلہ چندی گڑھ تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ بعزیز حضور حامی و ناصر ہو اور بامراد و کامیاب واپس لائے۔ آمین۔ — قادیان ۱۳ اگست۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

حج بیت اللہ شریف و زیارت مدینہ منورہ کے ایمان افروز کوائف

(از قلم الحاج چوہدری مبارک علی صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن حیدر آباد دکن)

(۷)

مناسک حج کی ادائیگی

اب وہ مبارک ایام شروع ہو رہے ہیں جو حج کے لئے دور دراز سے لوگ وہاں اکٹھے ہوتے ہیں یعنی جن مخصوص ایام میں تمام عاشقان اسلام نے ایک مقام پر جمع ہو کر بارگاہ ربانی میں اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے حاضر ہونا ہوتا ہے۔ چنانچہ مسیح موعودؑ کے مختصر قافلہ نے بھی تیاری شروع کی۔ تنظیم اور اسلامی اخوت میں کس قدر برکت ہے ہمارے اردگرد رہنے والوں میں ایک قسم کی بے چینی پائی جاتی تھی کہ ان چار دنوں کے سفر کے لئے کس طرح تیاری کی جائے۔ مگر ہمارے امیر مکرم مولوی نور الحق صاحب انور نے صبح ہی اٹھ کر تمام کام تقسیم کر دیا۔ بلکہ یوں کہیئے کہ سب سے زیادہ کام خود ہی سنبھال لیا۔ اُدھر ہمارے معلم کے دل میں خدا تعالیٰ نے احمدیوں کے لئے غیر معمولی محبت کے جذبات پیدا کر دیئے۔ انہوں نے از خود ہی منیٰ میں پانی وغیرہ کے انتظام اور کھانا تیار کرنے کے لئے ہمیں ایک ڈرم اور دوسرے برتن عطا فرما دیئے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اور ساتھ ہی مشورہ دیا کہ دو تین آدمی جلد منیٰ میں جا کر اچھی سی جگہ منتخب کر لیں تاکہ آپ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ خاکسار کے علاوہ مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم و عزیزم مرزا لطف الرحمٰن صاحب سات ذوالحجہ کو بعد نماز عشاء مکہ شریف سے احرام باندھ کر ٹیکسی کے ذریعہ روانہ ہو گئے۔ یاد رہے کہ جن حاجیوں نے تمتع کی نیت کی ہو وہ مقام منیٰ کے لئے روانہ ہونے سے قبل مکہ شریف سے ہی احرام باندھ لیتے ہیں اور یہ سنت نبوی کے مطابق ۸ ذوالحجہ کو بعد نماز فجر مکہ سے میدان منیٰ کیلئے روانہ ہونا چاہیئے۔

مگر انتظامات کی سہولت اور ٹریفک کی بھیڑ کے مدنظر اکثر لوگ ۷ ذوالحجہ کی رات کو ہی منیٰ کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اپنے باقی دوستوں کے آنے سے قبل خیمہ وغیرہ کی صفائی کر لی۔ اور جلد آنے کی وجہ سے ہمیں ایسی جگہ مل گئی جو ہوا دار اور ٹھنڈی تھی۔ ہمارے قافلہ کے دوسرے افراد جماعت کے پچھلے حصہ میں پہنچے۔ ہمارے آقا اور محسن صلے اللہ علیہ وسلم نے ۸ ذوالحجہ کا سارا دن اسی مقام میں قیام فرمایا تھا۔ اس لئے یہ سارا دن ذکر الٰہی۔ مخصوص دعاؤں کے علاوہ دوسرے روز عرفات کی تیاری میں گذر جاتا ہے۔ وہ مقامات جہاں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا وہاں اب مساجد بنی ہوئی ہیں۔ اس لئے ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان مقامات میں نوافل اور ذکر الٰہی کا موقع عطا فرمایا۔ قرآن کریم کی تلاوت کے علاوہ اجتماعی رنگ میں بھی دعائیں کی گئیں۔

میدان منیٰ میں ہمارے پاکستانی احمدی بھائی بشیر احمد صاحب جو بحری جہاز میں Radio officer ہیں اپنے ایک غیر احمدی دوست کے ہمراہ قافلہ میں شامل ہو گئے۔ منیٰ میں بھی کھانے وغیرہ کا ہمارا اپنا انتظام تھا۔ اور ہمیں کسی قسم کی کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمارے چنیوٹ کے غیر احمدی دوست تو بار بار خیمہ میں آ کر خوبی انتظام کو دیکھ کر رشک کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ تنظیم اگر کسی نے سیکھنی ہو تو احمدیوں سے سیکھے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے جس خلافت کی بدولت عطا فرمائی ہے کیونکہ سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے اندر نظام کا جذبہ ایسا کوٹ کوٹ کر بھرا ہے کہ شہد کی مکھیوں کی طرح چند احمدی بھی اگر کسی جگہ جمع ہو جائیں تو وہ خود بخود ہی ایک دوسرے سے ایسے مانوس ہو جاتے ہیں کہ گویا صدیوں سے اکٹھے تربیت پا رہے ہیں۔ اس نعمت پر جتنا بھی شکر کریں وہ کم ہے اور جتنا بھی فخر کریں وہ بجا ہے کیونکہ یہ طرہ امتیاز ایسا ہے جس کا مخالف سے مخالف بھی اقرار کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بلکہ خلافت اور نظام کے کٹر دشمن پیغامی بھی بعض اوقات بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ نے کی انتظامی صلاحیت نے ان کی پیش نہیں جانے دی۔ کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا ہاتھ صرف جماعت کے ساتھ ہی ہوگا۔ اور جماعت بھی وہ جس کا نہ صرف امیر بلکہ واجب الاطاعت امیر ہو۔

روانگی برائے عرفات

۹ ذوالحجہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر منیٰ سے روانہ ہوئے تھے اور طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ جو کہ مزدلفہ اور عرفات کے درمیان واقع ہے وہاں اترے تھے اور دن ڈھلنے کے بعد میدان عرفات میں داخل ہوئے۔ ہم صبح کی نماز کے معاً بعد چل پڑے مگر ٹریفک اسقدر زیادہ تھی کہ بمشکل ایک بجے دوپہر کے قریب میدان عرفات میں اپنی قیامگاہ میں پہنچے۔ ہمارا خیمہ جبل رحمت کے قریب ہی تھا۔ آج سے چودہ سو سال قبل اسی مقدس پہاڑ پر نبیوں کے نوشتوں اور پیشگوئیوں کے مطابق خدا کے برگزیدہ و محبوب اور اس کے صادق بندے۔ دنیا کے سردار اور نجات دہندہ نے اپنے ایک لاکھ چوالیس ہزار پروانوں کے درمیان کھڑے ہو کر یہ خطبہ بیان کیا تھا۔

کہ تمہارے خون۔ تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسا ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن اس شہر کی اس مہینے کی حرمت کرتے ہو۔ تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

اس کے بعد آنحضور نے جاہلیت کے خون اور جاہلیت کے زمانہ کے سود کے ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔ اور سب سے پہلے اپنے خاندان کی طرف سے ان دونوں قباحتوں کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔

اس وقت عرب میں عورت کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ اور ان کے نزدیک عورت صرف مرد کی ہوس بجھانے کے لئے پیدا کی گئی تھی اور اس کا سوسائٹی میں کوئی مقام ہی نہیں تھا۔ اور تو اور خود مذہب کی طرف منسوب ہونے والوں نے اس معصوم مخلوق کے متعلق یہ کہہ دیا تھا۔ کہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی ہے تو عبادت گاہوں میں بولنے تک کی اجازت نہ تھی۔ عورت کے لئے سنگار کرنا۔ اچھے اور قیمتی کپڑے پہننا۔ لمبے بال رکھنا۔ ہرگز نہ مناسب تھا۔

خدا کے پیارے اور رحمۃ للعالمین نے اس بے گناہ اور معصوم صنف کے متعلق اعلان فرمایا

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا تعالیٰ کے حکم سے تم نے انکا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر صرف اتنا ہے کہ وہ بدکاری نہ کریں بلکہ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انکو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ ــــ لوگو! یہ تین وہ پیر جو

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رماما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۶۲ء

آزادیٔ وطن کی سولہویں سالگرہ

آج ۱۵ اگست ہے۔ غیر ملکیوں کے تسلط سے آزاد ہوئے ہمیں ۱۶ سال پورے ہوتے ہیں۔ اس عرصہ میں جن باتوں کو خصوصیت سے تجرباتی رنگ میں مشاہدہ کیا ان سے مقدم یہ بات ہے کہ

— آزادی ایک بڑی نعمت ہے جس کی قدر کرنا ہر محب وطن آزاد شہری کا مقدس فریضہ ہے —

انفرادی اور اجتماعی ترقیات کے بیشمار مواقع جن سے آزادی سے قبل ہم لوگ بالکل محروم تھے اس وقت سب کے سب کھلے ہیں۔ اب اپنی اپنی ہمت اور کوشش کے مطابق ہر شخص آگے نکل سکتا ہے۔ چنانچہ آزادی کے ان ۱۶ سالوں میں ہمارے ملک نے مجموعی طور پر ہمہ جہتی ترقی کی اور پہلے کی نسبت اب اس کی پوزیشن کہیں زیادہ فائق اور برتر ہے — یہ کسی ملک کی ترقی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اس کے باشندے کس قدر سفر کرتے ہیں کیونکہ حرکت زندگی کی علامت ہے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ بکثرت آنے جانے سے انسان کے اندر جستجو، تلاش، اور بڑھنے، آگے نکل جانے کا مخفی مادہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ریل گاڑیوں کے بھاری بھرکم انجنوں سے لے کر موٹروں، بسوں، سائیکلوں وغیرہ کی تیاری کے بیسیوں کارخانے جو دن رات اس خدمت میں لگے ہوئے ہیں ملک کے ترقی کی راہ پر گامزن ہو جانے کا زبردست ثبوت ہے پھر مختلف قسم کی مصنوعات کا ایک حصہ تو ہمارے آپ کے ذاتی استعمال میں آتا ہے اور ایک حصہ دوسرے ممالک میں بھیجا جا کر تجارت کو فروغ بخشتا ہے اور ملک کی شہرت کو چار چاند لگاتا ہے کیا یہ کوئی کم انقلاب ہے جو ہمارے ملک میں اس وقت دیکھنے میں آ رہا ہے۔ روزمرہ کی ضروریات کی بیشمار اشیاء کا اس وقت اپنے ہی ملک میں تیار ہونا کس قدر مسرت انگیز ہے اپنے ہی گھر میں ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھ لیجئے معمولی استعمال کی چیزوں سے لے کر زیادہ اہم اشیاء تک آپ کو اپنے ہی ملک کی بنی ہوئی نظر آئیں گی۔ حتیٰ کہ ادویات اور مشینری کا ایک بڑا حصہ جو پہلے سارا کا سارا بیرونجات ہی سے منگوانا پڑتا تھا اب اس پر MADE IN INDIA کے الفاظ ملک کی آزادی کی برکت کے آئینہ دار ہیں —!!

صنعتی ترقی کے ساتھ شعبہ زراعت میں بھی کافی پیش رفت ہوئی ہے۔ زراعت کو بڑھاوا دینے کے لئے جگہ جگہ ڈیم بنائے جا رہے ہیں پانیوں کے ذخیرے کئے جا رہے ہیں۔ اگر ہمارے ملک کی رفتار ترقی اسی طرح جاری رہی اور ہمارے زمیندار صنعتکاروں کی طرح پوری لگن کے ساتھ کام میں جٹے رہے تو وہ دن دور نہیں جبکہ باہر سے جو اس وقت لاکھوں ٹن گندم درآمد کی جا رہی ہے اس کی مطلق ضرورت نہ رہے۔ اور ہمارا ملک خوراک کے معاملہ میں خود کفیل ہو جائے۔

اسی طرح تعلیمی میدان میں بھی ہمارا ملک تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے ذرا ان پرائمری سکولوں سے لے کر اعلیٰ تعلیم کے کالجوں کی اس لمبی فہرست کو تو دیکھیں جو اس وقت آپ کی اپنی ریاست میں جاری ہیں پھر ملک کی چودہ ایسی ریاستوں میں سے کوئی ریاست بھی تو ایسی نہیں جس میں تعلیم کا تناسب آزادی سے قبل کے تناسب سے دوگنا بلکہ تین گنا نہ ہو چکا ہو۔ نئی پود کو حصول علم کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر آ رہے ہیں۔ جگہ جگہ مدرسے کھل رہے ہیں۔ اب تحصیل علم کے لئے کسی بڑے شہر کی تخصیص نہیں رہی علم کے گویا دریا بہنے لگے ہیں بایں ہمہ چونکہ اس باب میں بھی ابھی ابتدا ہی ہے اس لئے شعبہ تعلیم میں بھی بیسیوں قسم کی اصلاحات درکار ہیں جو بتدریج عمل میں آتی جائیں گی۔ جوں جوں عوام میں احساس بڑھتا جائے گا مختلف قسم کی ضروریات سامنے آتی جائیں گی تعلیم کی بیسیوں شاخوں کی طرف ملک واسیوں کا قدم خود بخود اٹھتا چلا جائے گا — اور آزادی کا لازمی حصہ ساتھ کے ساتھ پورا ہوتا چلا جائے گا —!

آزادیٔ وطن کے بعد جہاں ہمیں ملک کی ترقیات کے خوشنما پھول جابجا نظر آ رہے ہیں وہاں کچھ کانٹے بھی ابھرتے دکھائی دیتے ہیں جن کی طرف توجہ دینا ملک واسیوں کا ویسا ہی فرض معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ترقی کی طرف ان کی توجہ —!! صنعتوں کے اجراء تعلیم کی فروغ کے ساتھ ساتھ سماجی گراوٹ اور اخلاقی قدروں کا انحطاط — ایک بھیانک تصویر کا رخ پیش کرتا ہے۔ اس کی ذہنی آزادی خیال کی طرف ملک واسیوں کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔ وہ ملک جو مذہبی اعتقاد کے لحاظ اپنی مثال آپ تھا۔ آزادی مل جانے کے بعد غیر معمولی طور پر عوام میں مذہب سے دلچسپی کم ہو رہی ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ خام قسم کے مذہبی رہنماؤں کی اپنے عمل سے مذہب کا وہ غالب ترین اور فائق حصہ جو انسان کی گویا کایا پلٹ دینے کی صلاحیت رکھتا تھا اس وقت غلط طور پر بے اثر ہو رہا ہے مذہبی رہنماؤں کی گرفت عوام پر کم سے کم ہو رہی ہے اس کے مقابل پر پھر لیبر وگراموں کے نام پر بے راہ روی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

اخلاقی انحطاط کے ساتھ ساتھ ایک اور خطرناک زہر جو اندر ہی اندر چل پڑی ہے، دولت کو زیادہ سے زیادہ اپنے پاس سمیٹ لینے اور "روپیہ" حاصل کرنے کی شدید خواہش — جب ہر انسان کا مطلوب اور مقصود "روپیہ" ٹھہرا تو پھر یہ سوال ہی کیا کہ روپیہ کے حصول کے ذرائع اچھے ہیں یا برے ایسے لوگوں کو تو روپیہ چاہیئے روپیہ — تب دغا بازی۔ خفیہ فروشی، رشوت ستانی۔ ملاوٹ۔ دروغ بافی کی صدہا شاخیں بھیانک کانٹوں کی طرح سر نکالتی چلی جاتی ہیں انسان کا بہت بڑا جوہر جو کہ اسے حیوانوں سے ممتاز کرتا ہے۔ اس کا اپنے فطری قویٰ کا برمحل استعمال کرنا ہے — جسے دوسرے لفظوں میں انسان کا بااخلاق ہونا کہا جاتا ہے — مگر افسوس ہے کہ جب ملک کے بڑے حصے کو دولت کمانے کا خبط ہو تو مذہب پسند طبقہ کب تک اس کے خطرناک رجحان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ بالخصوص جبکہ مذہب کی اصل روح ہی اکثریت کے دلوں سے عنقا ہو گئی ہو۔ پس بہت بڑی ضرورت ہے اس وقت عوام میں اخلاقی قدروں کے اجاگر کرنے کی کیونکہ انہیں کے ساتھ ملک کی ترقی کی بنیادیں حقیقی معنوں میں پختہ ہوں گی۔ اور جو ترقی ملک کو اس وقت حاصل ہو رہی ہے وہ پائیدار ہو گی۔

اخلاقیات کا مخزن اور منبع مذہب ہے ضرورت ہے اس بات کی کہ عوام کے اندر مذہب کی اہمیت کا جذبہ بڑھایا جائے اور اس کی اعلیٰ حقیقتوں کو ان پر روشن کیا جائے۔ اس بات کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینے کی ضرورت ہے کہ حکومتی سطح پر تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ کیونکہ ملک میں سیکولر نظام حکومت کے نفاذ کی وجہ سے سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم کی گنجائش نہیں رہی۔ مگر اس دستور میں جہاں سیکولرازم کے قیام کیلئے ایسا کیا گیا ہے دفعہ ۲۵ و ۲۹ کے تحت مذہبی جماعتوں کو اپنے اپنے دائرہ میں کام کرنے کی پوری سہولیات حاصل ہیں تو کیوں نہ ایسی دفعات سے فائدہ اٹھایا جائے ہمیں ہمیشہ ہی سخت افسوس آتا ہے ان لوگوں پر جو ملک میں پیدا ہونے والی ہر اچھی یا بری بات کی ذمہ واری حکومت پر ڈالتے ہیں۔ حالانکہ جہاں تک ملک میں اخلاقی قدروں کے انحطاط کے سیلاب کا تعلق ہے مذہبی جماعتیں زیادہ مضبوطی کے ساتھ بند باندھ سکتی ہیں اس لئے ان کو جلد از جلد میدان عمل میں آنا چاہیئے اور ملک کے تحفظ کے لئے اپنی مؤثر کوششوں کو بروئے کار لانا چاہیئے کیا یہ قابل افسوس امر نہیں کہ وہ مذہبی انجمنیں جن کا دائرہ عمل مذہب ہی تھا اور اسی بنا پر انہیں عوام میں ایک خاص قدر و منزلت حاصل تھی۔ آج اپنے اصل مقصد کو نظر انداز کر کے سیاست کے پیچھے بھاگنے لگی ہیں۔ اور ان کے عمائدین اپنے طبقہ کے افراد کو اخلاقیات کا وعظ کرنے اور اسی نہج پر ان کی تربیت کرنے کی بجائے بڑھ بڑھ کر سیاست کے داؤ پیچ سکھانے میں زیادہ دلچسپی لینے لگے ہیں۔

آزادیٔ وطن کی اس سالگرہ کے موقعہ پر تمام ملک واسیوں کو اپنی ان گوناگوں ذمہ واریوں کو بھی مستحضر کر لینا چاہیئے۔ جو حصول آزادی کے بعد آزادی کو برقرار رکھنے۔ دیش کی حفاظت کے لئے مالی و جانی قربانیوں کے پیش کرنے اسے اندرونی اور بیرونی لحاظ سے ہر طرح مضبوط بنانے کے رنگ میں سامنے آتی ہیں۔ گذشتہ سال ہمیں نے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مہمانخانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں

بجلی کے پنکھوں کی ضرورت

از محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل قادیان

اندرون ملک اور بیرونجات کے دوست قادیان میں مقامات مقدسہ کی زیارت کی خاطر اکثر آتے رہتے ہیں جن کو سلسلہ احمدیہ کے مہمانخانہ میں ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور حسب حال ان کی تواضع اور خدمت کی جاتی ہے۔

دوستوں کو علم ہے کہ ہمارے یہاں علاقہ پنجاب میں گرمیوں کے موسم میں شدید گرمی پڑتی ہے اس موسم میں مہمانوں کے آرام کے لئے مہمان خانہ کے بعض کمروں میں بجلی کے چند پنکھے لگے ہوئے ہیں اور بعض میں نہیں۔ جس کی وجہ سے پیش آمدہ ضرورت پوری نہیں ہو رہی اور جن کمروں میں پنکھے ہیں وہ اب پرانے ہو چکے ہیں۔ باہر سے آنیوالے بیشتر دوست پنجاب کی گرمی کے عادی نہیں ہوتے اور پنکھے کے بغیر انہیں ان دنوں بہت تکلیف محسوس ہوتی ہے اسلئے بذریعہ اعلان ہذا جماعت کے ذی استطاعت مخلصین سے درخواست کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کے آرام کی خاطر اس کار خیر میں حصہ لیکر ممنون فرمائیں۔

ہمیں اسوقت چار عدد سیلنگ فین درکار ہیں بمبلغ دو سو روپیہ فی پنکھا خرچ کا اندازہ ہے جن دوستوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے اور وہ مہمان نوازی جیسا اور اس کی جزاؤں کیلئے مخصوص خلق سے حصہ لینا چاہیں وہ اپنے عطیہ جات بذریعہ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

خاکسار عبدالرحمٰن افسر لنگر خانہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان

مبارک تحریک دعا یکم اگست تا ۱۲ اگست

روزانہ کم از کم سو مرتبہ درود۔ نماز تہجد کی ادائیگی۔
اسلام کے روحانی غلبہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی کامل شفایابی کے لئے دعائیں۔

خطبہ جمعہ

باہمی اتفاق اور محبت پیدا کرو کہ اس کے بغیر کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی

اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہارے قصور معاف کرے تو تم اپنے بھائیوں کے ساتھ عفو اور درگذر کا سلوک کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۳ / اپریل سنہ ۱۹۲۶ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا
مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے
فضل سے خود ایک

صحیح طریق عمل

بیان فرمایا تھا اور وہ طریق عمل بیان فرمایا تھا جو کہ
باقی تمام مذاہب کی تعلیم سے اعلیٰ اور ارفع اور
اکمل ہے مگر باوجود اس کے میں نے دیکھا ہے
کہ لوگ اس قسم کے ہیں جو اس طریق کو چھوڑ کر
اپنے لئے نئی راہیں اختیار کر لیتے ہیں اور وہ
اس کی وجہ سے خود بھی دکھ اور تکلیف میں پڑتے
ہیں اور دوسروں کو بھی تکلیف میں ڈالتے
ہیں۔ ہماری جماعت اب خدا کے فضل سے
روز بروز ترقی کر رہی ہے اور ایسے دور
دراز علاقوں میں پھیل رہی ہے جہاں کے
لوگ ہماری جماعت کا نام بھی نہ جانتے تھے
اور انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ دنیا میں کسی شخص
نے

مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ

کیا ہے انہیں جب یہ علم پہنچا تو اس کو پا کر انہوں
نے اس پر غور و فکر کیا۔ بعض دفعہ اس کی
مخالفت بھی کی۔ اس سے استہزا بھی کیا۔ لیکن
آخر بعض کے دل خدا تعالیٰ نے کھول دیئے
اور وہ سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ بات یہ ہے کہ
دنیا کے دور دراز ممالک میں خود بخود سلسلہ

اپنے لئے آپ رستہ

بنا رہا ہے۔ جس طرح دریا کا پانی جب چلتا ہے
تو آگے سے آپ ہی رستہ بناتا جاتا ہے۔
انسانوں کے لئے سڑکیں تیار کی جاتی ہیں۔
لیکن دریاؤں کے لئے رستہ نہیں بنایا جاتا
دریا پہاڑوں اور جنگلوں میں خود بخود رستہ
بنا کر گذر جاتے ہیں۔ ان کے آگے جو آتے
اسے خود ہٹا لیتے ہیں۔ غرض جس طرح دریاؤں
کے لئے رستہ تیار کرنے کی ضرورت
نہیں ہوتی اسی طرح سلسلہ احمدیہ کے لئے
بھی تمام الٰہی سلسلوں کی مثال میں ان کی
مشابہت میں اور ان کی مانند کسی رستہ بنانے
کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے لئے آپ
ہی آپ رستہ بنتا جاتا ہے۔ اور جماعت

بڑھتی جاتی ہے۔ نئے ممالک۔ نئی بستیوں
اور نئے نئے علاقوں کے لوگ قبول کرتے جاتے
ہیں اور جب کسی سلسلہ کی جماعت مختلف بلاد میں
ہونی شروع ہو جاتی ہے تو

تربیت کا پہلو

ہمیشہ کمزور ہوتا جائے گا یہی وجہ ہے کہ انبیاء
کے زمانہ میں ان کو ماننے والوں کا جو رنگ
نظر آتا ہے وہ بعد میں نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ
یہ نہیں کہ جماعت روحانیت میں کمزور ہو جاتی
ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جماعت
ایسی جگہوں میں بھی پیدا ہو جاتی ہے جہاں
تربیت پورے طور پر نہیں ہو سکتی تربیت
کرنے والوں کی ذمہ داریاں اتنی وسیع ہو جاتی
ہیں کہ تربیت کے علاقہ کی بھی پوری پوری
نگرانی نہیں کی جا سکتی اس وجہ سے بعض
لوگوں کی

تربیت میں کمی

رہ جاتی ہے اور نقص دور نہیں ہو سکتا ہے
مخالفین کو ایسے لوگوں کے نقص تو نظر آ جاتے
ہیں مگر ان ہزاروں اور لاکھوں انسانوں
کی خوبیاں جن کی تربیت مکمل ہوتی ہے اور
ان سے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ جو ان کے
آباء اجداد کہلاتے تھے نظر نہیں آتیں ان
کی نیکی نا تربیت یافتہ لوگوں کی برائی کے نیچے
چھپ جاتی ہے۔ جیسے ایک مچھلی سارے
تالاب کو گندہ کر دیتی ہے اسی طرح کمزور
لوگ جو تربیت سے پورا حصہ نہیں پاتے
اپنے نقائص سے باقیوں کی عمدہ حالت کو
بھی پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ پس

سب سے زیادہ

خطرہ کسی جماعت کیلئے اس وقت ہوتا ہے جبکہ
اس کی کثرت ہو جاتی ہے۔ آپس میں ایک
دوسرے سے معاملے پڑتے ہیں جن کی وجہ
سے شقاق اور تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے جب
وہ تھوڑے سے ہوتے ہیں تو چونکہ ان کے
تعلقات دوسروں سے ہوتے ہیں اس لئے
لڑائی جھگڑا، شقاق اور اختلاف دوسروں
سے ہوتا ہے اس وقت ان کی نظروں

میں آپس کے عیب پوشیدہ ہوتے ہیں یا یوں
کہو کہ ایسی حالت میں خواہ مخواہ انہیں ایک دوسرے
کے عیب تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی
مگر جب امن ہو جائے تو بجائے دوسروں کی
عیب گیری کرنے کے آپس کی عیب جوئی
میں لگ جاتے ہیں جس طرح دوسرے سلسلوں
کے ساتھ یہ بات لگی ہوئی تھی اسی طرح ہماری
جماعت کی ترقی کے ساتھ بھی یہ بات لگی ہوئی
ہے۔ اور جس طرح دوسروں کو اس فتنہ کا مقابلہ
کرنا ضروری تھا اسی طرح ہمارے لئے بھی
ضروری ہے کہ ہم بھی اس کا مقابلہ کریں
نے دیکھا ہے جو جماعتیں زیادہ پرانی ہیں
اور جن کی تعداد زیادہ ہے اور وہ
آپ کو امن میں سمجھتے ہیں۔ ان میں آپس
میں

شقاق کے آثار

پائے جاتے ہیں لیکن جہاں کے لوگ مخالفین
کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے ہیں اور جہاں نئی
نئی ہیں وہاں شقاق نہیں بلکہ محبت اور
پیار ہے۔ جہاں جہاں بھی سستی پائی جاتی
ہے چونکہ وہ لوگ کام کرنے کے تو عادی
ہو چکے ہیں اس لئے باہر کام نہیں کرتے تو
آپس میں ہی لڑنے جھگڑنے لگ جاتے
ہیں۔ اس لئے میں دوستوں کو اس طرف
توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیشہ سچی کامیابی روحانیت
سے حاصل ہوتی ہے مگر جس ایمان کا نتیجہ
آخر میں بگاڑ، شقاق اور اختلاف ہو۔
معلوم ہوا وہ حقیقی ایمان نہ تھا۔ اس میں
کوئی عیب۔ کوئی کمزوری اور کوئی نقص ضرور
تھا۔
میں نے بہت دفعہ تحقیق کر کے دیکھا ہے
جتنے

جھگڑے اور اختلاف

ہوتے ہیں ان کی وجہ ایسی حقیر اور معمولی ہوتی ہے کہ
حیرت آتی ہے۔ عقلمند انسان کس طرح
اس کی بنا پر جھگڑا پیدا کر سکتا ہے اور
جب کوئی سمجھدار اور معاملہ فہم شخص اس
جھگڑے کے فیصلہ کے لئے بھیجا گیا تو
بہت جلدی اس کا خاطر خواہ فیصلہ ہو گیا۔

اس وقت وہی لوگ حیرت سے کہتے ہیں۔
بہت جلدی فیصلہ ہو گیا حالانکہ فیصلہ
جاری ہونے پر تعجب
نہیں۔ تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ اس
معمولی سی بات پر لڑائی اور جھگڑا کیوں ہوا۔
بات یہ ہوتی ہے کہ جب ایک سمجھدار شخص
اس معاملہ کو ان کے سامنے رکھتا ہے تو چونکہ
وہ بہت معمولی ہوتا ہے اس لئے ان لوگوں
کی فطرت اور عقل ان کو ملامت کرتی ہے کہ
اتنی سی بات پر لڑائی جھگڑا کیسا۔ اور ان
کے دل صاف ہو جاتے ہیں۔ اس وقت
سمجھتے ہیں۔ خاص طور پر ایسے ذرائع
پیدا ہو گئے ہیں کہ معاملہ آسانی فیصلہ ہو گیا۔
حالانکہ اصل بات یہ ہوتی ہے کہ فساد
اور لڑائی کا موجب بہت کمزور ہوتا ہے۔
اور جب اس کی کمزوری بتا دی جاتی ہے تو
فساد دور ہو جاتا ہے۔ بیسیوں واقعات
جو میرے سامنے آتے ہیں۔ ان میں شاذ ہی
کوئی ایسا ہوتا ہے جس میں حقیقی نقص نظر
آئے۔ عموماً نہایت چھوٹی چھوٹی اور حقیر
باتوں پر اختلاف پیدا ہوتا ہے جو بڑھتا
بڑھتا یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ اکٹھے
نمازیں پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ آپس میں بولنا
چھوڑ دیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے اس بات
کا کہ ایسے لوگوں نے اسلام کے مغز اور
روح کو نہیں سمجھا ہوتا جو یہ ہے کہ جہانتک
ممکن ہو انسان اپنے بھائی کے قصور
معاف کرے

عفو اسلام کا مغز اور روح ہے

سزا صرف ضرورۃً طور پر جائز ہے اور اس وقت
جائز ہے جب سزا کے بغیر کوئی چارہ نہ
ہو۔ اور اس کے بغیر فتنہ پیدا ہوتا ہو۔
لیکن نہایت عجیب بات ہے کہ لوگ خیال
کرتے ہیں۔ اپنا حق لینا خواہ جبری طور
پر ہی لینا پڑے اصل حکم ہے۔ حالانکہ اصل
حکم عفو ہے۔ اسلام کہتا ہے۔ جب انسان
کسی پر رحم کر سکتا ہے عفو کر سکتا ہے تو معاف
کرے۔ ایک موقعہ پر

اپنے حق کا مطالبہ

جائز ہوتا ہے جبکہ فتنہ و فساد کا ڈر ہو مگر اس کے لئے بھی قواعد ہیں اور ان کی پابندی ضروری ہے۔ جب کوئی دیکھے کہ فلاں نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور وہ اس میں بڑھتا جاتا ہے۔ تو اس کی طرف اپنے افسروں اور ذمہ دار لوگوں کو توجہ دلائے۔ اسے یہ حق حاصل نہیں کہ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے۔ ہماری جماعت میں جہاں اس قسم کا کوئی معاملہ ہو خلیفہ کو اطلاع دینی چاہیئے۔ کہ فلاں نے مجھ سے یہ بدسلوکی کی ہے۔ جسے میں معاف نہیں کرسکتا۔ تب تحقیقات کی جائے گی۔ اگر قصور ثابت ہو گیا تو ضروری کارروائی کی جائے گی۔ اور اگر جرم ثابت نہ ہوا تو بتا دیا جائے گا کہ جرم ثابت نہیں ہے

اگر اس طرح ہو تو کوئی فتنہ اور کوئی فساد کسی جگہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لوگ ایک

درمیانی چال

چلتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک طرف تو مقابلہ نہ کرو۔ اور دوسری طرف معاف نہ کرنا۔ یہ حد درجہ کی بزدلی ہے اور اس طرح معاملہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ اگر کسی معاملہ کو کوئی شخص چھوڑتا ہے تو پورے طور پر چھوڑ دے اور اگر نہیں چھوڑنا چاہتا تو چلائے۔ اس کا کیا مطلب۔ کہ اس بات کو دل میں تو رکھے اور منہ سے کہے میں نے اس بات کو جانے دیا۔ اس کا دل میں رکھنا بتاتا ہے کہ اس نے جانے نہیں دیا بلکہ

موقعہ کا منتظر

ہے کہ کب موقعہ ملے تو بدلہ لوں۔ مومن کو ایک طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ یا تو معاف کر دینا چاہیئے یا پھر تحقیقات کے لئے ذمہ دار افسروں کے سامنے لانا چاہیئے۔ جو شخص کہتا ہے کہ میں نے فلاں معاملہ معاف کر دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ کبھی اس بات کو ذہن میں نہ لائے۔ اور سمجھے گویا وہ واقعہ ہوا ہی نہیں۔ لیکن

اگر معاف نہیں کرتا

تو اس کا فرض ہے کہ اسے چلائے۔ شرعاً جہاں تک کہ شریعت اجازت دیتی ہے۔ اعلیٰ افسر یا خلیفہ کے پاس اس بات کو پہنچائے اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا۔ یعنی نہ معاف کرتا ہے اور نہ آگے چلاتا ہے تو وہ مفسد ہے وہ پھوڑے کو چھپا کر رکھتا ہے۔ ایسا شخص نہیں کہ اپنے قصوروار بھائی کو معاف کرتا ہے۔ بلکہ اس سے پیپ بڑھے اس طرح فساد اور زیادہ بڑھتا ہے۔ لیکن اگر انسان معاف کر دے تو فساد [illegible] اگر معاف نہ کرے اور چلائے تو بھی فساد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اصل بات کھل جاتی ہے۔ لیکن ان دونوں طریقوں میں سے کوئی بھی طریق نہ برتے تو وہ مفسد

ہے تو اس کا حق نہیں ہے کہ وہ کہے کہ میں نے فلاں بات کو اس لئے چلنے دیا کہ فساد ہو گا۔ فساد تو اسی طرح ہو گا۔

پس میں ایک تو دوستوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں۔ اگر ان کے دل میں سلسلہ کی محبت اور الفت ہے اور وہ سلسلہ کے خیر خواہ ہیں تو جب بھی ان کا آپس میں اختلاف ہو لڑائی ہو۔

ایکدوسرے کو معاف کر دیں

یا اگر معاف نہ کر سکیں تو اس معاملہ کو فیصلہ کے لئے پیش کریں۔ تاکہ اس کا تصفیہ ہو جائے۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ اگر وہ تیسری صورت اختیار کریں گے تو یقیناً اس کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ فسادی ہیں اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث نہیں بن سکیں گے بلکہ سزا کے مستحق ہوں گے۔ لیکن دونوں طریقوں میں سے بھی کوئی ایک اختیار کرنے والوں کو نصیحت کروں گا کہ

اسلام کا حکم

زیادہ تر عفو سے کام لینے کا ہے خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے متعلق فرمایا ہے کہ آپ میں عفو۔ نرمی بخشش اور رافت تھی اور یہی فرمایا ہے کہ تمہارے لئے رسول اسوۂ حسنہ ہیں نمونہ ہیں۔

پس جو ہمارے لئے نمونہ ہے۔ وہ جب عفو سے اور بخشش سے کام لیتا تھا تو ہمارا بھی فرض ہے کہ جب کسی بھائی سے قصور ہو جائے تو اسے سزا دینے کے درپے نہ ہو۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے

عفو اور درگذر سے کام لیں

مگر عفو اور درگذر کا وہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ یہ نہیں کہ ڈر کے مارے سامنے تو کچھ نہ کہا اور دل میں اس پھوڑے کو پکاتے رہے۔ جو بھی بزدل ہو گا وہی کرے گا کہ دل سے بات نہ نکالے گا۔ اور موقعہ تاڑتا رہے گا کہ جب نقصان پہنچا سکے اس وقت اس بات کو نکالے۔ اس سے اگر پوچھا جائے کہ جب یہ بات ہوئی تھی اس وقت تم نے کیوں نہ بیان کی تو کہے گا کہ میں نے سمجھا کہ فساد ہو جائے گا ہم پوچھتے ہیں اگر یہی وجہ تھی نہ بیان کرنے کی تو پھر آج کیوں بیان کی کیا آج فساد نہیں ہوگا۔ پس جو شخص کسی بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھتا ہے اور چھ ماہ یا سال کے بعد نکالتا ہے۔ وہ یا تو بزدل ہے۔ اسے سامنے کہنے کی جرأت نہ تھی۔ بزدلی کا نام اس نے عفو رکھ لیا۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے اگر ایک نامرد کہے کہ میں عفیف ہوں یا ایک اندھا کہے میں بد لالچ کی نظر سے کسی مال کو نہیں دیکھتا یا جس کے ہاتھ نہ ہوں وہ کہے میں

نے کبھی کسی کو چپیڑ نہیں ماری۔ تو یہ اس کی کوئی خوبی نہ ہوگی جس بات کی طاقت ہی نہیں۔ اس کے نہ کرنے میں خوبی کیسی یہی بزدلی ہے وہ جو کہتا ہے میں نے فلاں کو معاف کر دیا۔ اس نے معاف کہاں کیا جبکہ دل میں اس بات کو رکھ لیا۔ ایسا آدمی یقیناً بزدل ہے۔ اور پھر شرارتی اور مفسد ہے۔

مومن کی شان

یہ ہے کہ یا تو وہ معاف کر دیتا ہے یا پھر معاملہ کو چلاتا ہے۔ بات کو ذمہ دار لوگوں کے ذریعہ چلانا شریعت کے خلاف نہیں۔ بلکہ دل میں چھپانا یا بزدلی سے ڈر جانا یہ شریعت کے خلاف ہے کہ بزدلی کا نام نیکی رکھا جائے۔ کیونکہ ایک تو یہ گناہ کیا کہ دل میں ایک بات کو رکھا اور دوسرا گناہ یہ کیا کہ اسے نیکی قرار دے دیا۔ اس طرح

دوہرا جرم

ہوتا ہے۔ پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ دو طریقوں میں سے ایک طریق اختیار کر لیا کریں یعنی اگر وہ کسی کو معاف کرنا چاہیں تو معاف کر دیں۔ اور اگر معاملہ کو پیش کرنا چاہیں تو پیش کریں۔ مگر پیش کرنے والوں کے متعلق پھر بھی نصیحت کروں گا کہ جہاں تک ہو سکے عفو سے کام لیں کیونکہ محبت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک عفو سے کام نہ لیا جائے۔ دیکھو ہم اللہ تعالیٰ سے کیا چاہتے اور کس سلوک کی توقع رکھتے ہیں۔ یہی کہ معاف کر دے۔ اگر ہمیں خدا تعالیٰ سے یہ امید اور توقع ہے تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ

خدا تعالیٰ کے بندوں سے

ہم بھی اب ایسا ہی سلوک کریں۔ اگر کوئی شخص لوگوں کے قصور معاف نہیں کرتا۔ اور ہر غلطی پر گرفت کرتا ہے تو اس کا کیا حق ہے کہ خدا تعالیٰ سے عفو کی امید رکھے۔ کیا خدا تعالیٰ اس سے نہ پوچھے گا کہ تم نے میرے بندوں کے چھوٹے چھوٹے قصور معاف نہ کئے۔ تو میں تمہارے

بڑے بڑے گناہ

کیوں معاف کروں۔ مگر وہ جو اپنے بھائیوں کے قصور معاف کرتا ہے جب خدا کے حضور پیش ہو گا تو خدا تعالیٰ کہے گا۔ تم نے انسان ہو کر انسانوں کے قصور معاف کئے۔ پھر میں خدا ہو کر کیوں تمہارے قصور معاف نہ کروں

پس اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہارے قصور معاف کرے تو تمہارا بھی فرض ہے کہ

لوگوں کے قصور معاف کرو

اگر اس نصیحت پر جماعت کے سب لوگ عمل کریں تو تمام فتنے دور ہو سکتے ہیں۔ اور وہی محبت پیدا ہو سکتی ہے جس کا پیدا کرنا اسلام کی غرض ہے۔ تم لوگ اس وقت اسلام کی نازک حالت کو دیکھو۔ مخالفین کی کثرت اور ان کے سمجھوتے کو دیکھو اور اپنی جانوں پر رحم کر کے آپس میں اتفاق اور محبت پیدا کرو۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دل صاف کرے ان سے ہر قسم کا بغض نکال دے اور ایک دوسرے کی سچی محبت پیدا کرے جو مومن کا خاصہ ہے۔ (الفضل ۷ر اگست [illegible])

چند سوال اور ان کے جواب

از مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب ناظم دارالافتاء ربوہ

سوال۔ مذہبی رنگ میں پیدائش یا وفات کا دن منانا کیسا ہے؟

جواب۔ انبیاء یا بزرگان کی پیدائش یا وفات کا دن منانا اسلامی طریق فکر کے مطابق نہیں۔ تمام بزرگان سلف اس کے اہتمام سے اجتناب کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے طرز عمل سے بھی یہی بات ظاہر ہے، اس لئے جماعت کو جلسوں اور مختلف تقریبوں سے ایسے انداز سے بچنا چاہیئے جو دن منانے کی بدعت کی راہ پر چل جانے کا اندیشہ پیدا کر دے۔ یا عوام کے رجحان کو اس طرف پھیرنے کا باعث بنے۔ جماعتوں کا اجتماعی عمل ہمیشہ اس ارشاد کے مطابق ہونا چاہیئے کہ خیر الکلام کلام اللہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وشر الامور محدثاتھا

سوال۔ مسجد میں لوگ جب نماز ادا کر رہے ہوتے ہیں تو کوئی اشخاص غلطی سے ان کے آگے سے گزرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسی صورت میں بعض اوقات نماز کو ادا کرنے والا شخص انہیں ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ بعض تیز مزاج لوگ دھکا دے کر پیچھے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسبارے میں صحیح مسلک کیا ہے؟

جواب: نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا گناہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لو یعلم المار بین یدی المصلی
ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین
خیرا لہ من ان یمر بین یدیہ
(بخاری)

یعنی اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جانتا کہ اسے اس کا کتنا بڑا گناہ ہے تو وہ چالیس دن تک کھڑے رہنا اچھا سمجھے (باقی ص [illegible] پر)

مشرقِ بعید میں وسیع پیمانے پر تبلیغِ اسلام کے امکانات کا کامیاب جائزہ

محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا ہانگ کانگ میں ورودِ مسعود

از مکرم سید کمال یوسف صاحب

محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل الاعلیٰ و وکیل التبشیر تحریک جدید ربوہ ان دنوں مشرقِ بعید کا دورہ فرما رہے ہیں۔ اس دورہ میں آپ ان ممالک میں احمدیہ مشنوں کا معائنہ کرنے کے علاوہ نئے مشنوں کے قیام کے امکانات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ امید ہے کہ اس وسیع تر تبلیغی مفاد کے حامل دورہ کی یہ قسط دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔ (ایڈیٹر)

ہانگ کانگ

ہانگ کانگ جو چینی لوگوں پر مشتمل انگریزوں کی ایک متمول کالونی ہے اس میں غالب اکثریت چینیوں کی ہے۔ یہ لوگ چین سے ہانگ کانگ پہونچتے ہیں۔ جہاں کچھ عرصہ انہیں مہاجروں کے کیمپ میں رکھا جاتا ہے۔ اسی کیمپ کے قیام میں انہیں عیسائی بنایا جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اب اکثریت عیسائیوں کی ہے۔ اس علاقہ میں اسلام کی تبلیغ کے امکانات کا جائزہ لینے کے لئے مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ۵ رجولائی کی صبح کو اجتماعی دعا کے ساتھ کراچی سے روانہ ہو کر شام کو ہانگ کانگ تشریف لائے ہوائی اڈہ پر صاحبزادہ صاحب کے استقبال کے لئے احباب تشریف لائے تھے۔ ۵ رجولائی سے ۱۰ رجولائی تک ہانگ کانگ کے قیام میں صاحبزادہ صاحب کی مساعی کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

جماعت کی تنظیم

اس وقت تک ہانگ کانگ میں مقامی جماعت نہیں تھی صرف پاکستانی احباب جو سروس کے سلسلہ میں ایک عرصہ سے یہاں رہ رہے ہیں۔ اور ڈاکٹر لطیف احمد خان صاحب اور ان کے خاندان کے افراد یہاں مقیم ہیں۔ ان کی کوئی تنظیم نہیں تھی۔ تمام احباب کا اجلاس بلایا گیا جس میں سب سے پہلے مکرم صاحبزادہ صاحب نے احباب سے پوچھا کہ ان کا پریذیڈنٹ انتخاب کیا جائے یا نامزد۔ احباب نے متفقہ طور پر میاں صاحب سے درخواست کی کہ خود نامزد فرمائیں۔ چنانچہ میاں صاحب نے ایک سال کے لئے مکرم ڈاکٹر لطیف احمد خان صاحب کو پریذیڈنٹ نامزد فرمایا۔ اور دیگر احباب سے تعاون کی اپیل کی۔ مکرم میاں صاحب نے فرمایا کہ جہاں دو احمدی بھی ہوں وہاں بھی جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ چونکہ یہاں متعدد دوست ایک رقبہ میں موجود ہیں۔ ان کی تنظیم نہایت ضروری ہے۔ احمدی احباب ایک دوسرے سے بہت فاصلہ پر رہتے ہیں جس کے باعث باجماعت نماز پڑھنا مشکل ہے۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ جمعہ اور عیدین کا انتظام ہو اور مہینہ میں کم از کم ایک اجلاس بلایا جائے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ یہاں پر باقاعدہ الفضل بھجوایا جائے تاکہ دوست مرکز اور دوسری جماعتوں کی مساعی سے علم پا کر ایمان کو تازہ کرتے رہیں۔ خدا کے فضل سے پہلی مرتبہ جماعت کی تنظیم کی گئی اور غالباً پہلی مرتبہ جمعہ پڑھا گیا۔

مکرم میاں صاحب نے احباب کو شرح کے ساتھ چندہ دینے کی تحریک کی اور یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ گذشتہ چندہ کی رقم کو سوئٹزرلینڈ کی مسجد کے لئے بھجوایا جائے۔

تبلیغی پروگرام

تبلیغ کو کامیاب اور وسیع کرنے کے لئے مکرم صاحبزادہ صاحب نے جماعت سے ضروری مشورے کئے۔ اسی وقت ڈاکٹر صاحب نے مولانا عبدالرحیم صاحب درد کی کتاب Attitude of Islam Towards Communism کا ترجمہ چینی زبان میں کیا ہوا ہے اس کے فوری چھپوانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اشتراکیت پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے رسالہ کو وسیع پیمانہ پر تقسیم کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ Primer of Islam کی بھی بہت ضرورت محسوس کی گئی ہے۔

مکرم میاں صاحب نے جماعت کو ہدایت کی کہ تقسیم لٹریچر کی ایک وسیع سکیم تیار کی جائے۔ اور یہ مدنظر رکھا جائے کہ کوئی گھر ہمارے لٹریچر سے خالی نہ ہو۔ اس کا طریق یہ ہے کہ ایک علاقہ کو منتخب کر لیا جائے اور اس علاقہ کے ہر گھر میں لٹریچر تقسیم کیا جائے دوسرا طریق یہ فیصلہ کیا جائے کہ حکومت کے تمام عہدہ دار وکلاء، تاجر، طلبہ وغیرہ کے ایڈریس جمع کئے جائیں۔ بعدازاں کی گروپ بندی عمر کے لحاظ سے بھی کی جائے اور فہرست تیار کر کے مرکز میں بھیجی جائے مرکز ان احباب کو لٹریچر اور خطوط کے ذریعہ تبلیغ کرے گا۔ مثلاً ایک وکیل کو ایک وکیل ہی خط لکھے گا۔ پھر یہ بھی دیکھا جائے گا کہ جتنی اور جس وہ ہم عمر ہوں۔ طالب علم کو طالب علمی لٹریچر بھیجے اور خط بھی ساتھ لکھے۔ اس رنگ میں تبلیغ بہت مؤثر ہو گی۔ چنانچہ آپ نے ایسی فہرست تیار کر کے مرکز بھجوانے کی ہدایت کی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ تمام لائبریریوں میں جماعت کا لٹریچر رکھوایا جائے۔

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق احباب استفسار کرتے رہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق مکرم میاں صاحب نے مفصل رپورٹ فرمائی۔ اسلام کے غلبہ اور حضور کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی تحریک کر کے اجتماعی دعا کی گئی۔ اور اجلاس ختم ہوا۔ اس کے بعد جماعت نے مکرم صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا۔

مسٹر لیسلے صاحب جو ہانگ کانگ کے بہت متمول ہندو تاجر ہیں سے مکرم صاحبزادہ صاحب کا تبادلہ خیالات ہوا۔ مسٹر لیسلے صاحب ایک علم دوست شخص ہیں۔ میاں صاحب نے انگریزی تفسیر کی آخری جلد ان کو پڑھنے کے لئے دی۔ جس کے مطالعہ کا انہوں نے وعدہ کیا۔ اور میاں صاحب کا بہت اکرام کرتے رہے میاں صاحب کے قیام کے انتظامات اور دورہ کو کامیاب بنانے کے لئے مکرم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب اور مکرم سلیم احمد صاحب ناصر باجوہ نے بہت تگ و دو کی۔ مکرم باجوہ صاحب نے بڑی کوشش کر کے دو دن کی رخصت لی۔ اور میاں صاحب کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور بہت اخلاص کا اظہار کرتے رہے۔ مکرم میاں صاحب کے اعزاز میں ایک عصرانہ دیا گیا۔ اس کا انتظام مکرم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ نے کیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

ایسے ہی رشید احمد صاحب اور مخلص اور جوشیلے نو احمدی دوست رحمت اللہ صاحب نے بھی اجلاس کو کامیاب بنایا۔ ہانگ کانگ میں یہ مختصر قیام جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ بعض احباب جماعت نے برملا کہا کہ میاں صاحب کی آمد سے ہمارے اندر دوبارہ زندگی پیدا ہوئی اور نیا جوش پیدا ہوا ہے اور احباب بیدار ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز مکرم صاحبزادہ صاحب کے بتائے ہوئے لائحہ عمل پر چل کر تبلیغ کو بہت وسعت ہوگی۔

ملایا

۱۹ رجولائی کو عصر کے وقت اجتماعی دعا کے بعد ہانگ کانگ سے روانہ ہو کر شام کو سنگاپور پہنچے۔ مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ سنگاپور کی معیت میں اکثر احباب جماعت مکرم صاحبزادہ صاحب کے استقبال کے لئے ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔ چنانچہ احباب نے آپ کو ہار پہنائے اس کے بعد اجتماعی دعا ہوئی۔ مکرم عبدالحمید صاحب سالکین جو بہت مخلص مقامی احمدی ہیں نے مکرم میاں صاحب کو رات کے کھانے کے لئے مدعو کیا۔ کھانے پر مکرم سالکین صاحب اور مبلغ انچارج نے جماعت کی ترقی کے لئے بعض تجاویز پیش کیں جس پر دوبارہ تفصیلی بحث کو انڈونیشیا سے واپسی تک ملتوی کیا گیا۔ صبح کو بذریعہ کار رجب لے ڈرائیور حسن صاحب نہایت مخلص احمدی ہیں) کوالالمپور کے لئے مکرم مولوی محمد صدیق صاحب کی معیت میں روانہ ہوئے سفر کے دوران SEGAMAT کے مقام پر ظہر کے کھانے پر مکرم تنکو اسمٰعیل صاحب مجسٹریٹ نے دعوت دی ہوئی تھی۔ چنانچہ میاں صاحب وہاں تشریف لے گئے۔ تنکو صاحب شاہی خاندان کے قریبی رشتہ دار ہیں اور ریاست جوہر کے ایکٹنگ ہیڈ بھی رہ چکے ہیں۔ آپ نہایت مخلص سادات میں سادگی رکھنے والے اور تہجد گزار بزرگ ہیں۔ ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھ کر شام کو کوالالمپور پہنچے وہاں پر قیام کا انتظام مکرم مولانا محمد سعید صاحب انصاری مبلغ ملایا نے کیا ہوا تھا۔

۱۲ رجولائی کی صبح کو مشن ہاؤس میں مکرم صاحبزادہ صاحب تشریف لے گئے۔ دور دور کی جماعتوں کے احباب صاحبزادہ صاحب کے استقبال کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ مقامی احباب کا تعارف اسمٰعیل صاحب بن کرسہ پریذیڈنٹ کی معیت میں مبلغ انچارج نے کروایا۔ سید عبدالرحمٰن صاحب پریذیڈنٹ جوام۔ فقیہہ وہاب صاحب پریذیڈنٹ ملاکہ۔ عبدالرحمٰن صاحب حاجی بہاء الدین صاحب پریذیڈنٹ کوالالمپور بھی شرف ملاقات کے لئے موجود تھے۔ ۱۱ بجے مشن ہاؤس کی مسجد میں مکرم صاحبزادہ صاحب کی صدارت میں اجلاس ہوا۔ حسن نور صاحب نے بہت اچھی قرأت کے ساتھ تلاوت کی (یہاں تلاوت بیٹھ کر کی جاتی ہے) اس کے بعد اسمٰعیل صاحب بن کرسہ پریذیڈنٹ کوالالمپور نے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا جس کا ترجمہ مکرم محمد سعید صاحب انصاری نے کیا)

آپ نے فرمایا کہ ہماری بڑی دیرینہ خواہش تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی خلف الرشید حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں مگر فاصلہ کی بُعد کی وجہ سے اب تک یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ مگر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی تشریف آوری سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی جھلک آپ کے چہرہ میں دیکھنے کا فخر حاصل ہو گیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ آپ نے درخواست کی کہ صاحبزادہ صاحب جماعت کو قیمتی نصائح فرمائیں۔

مکرم صاحبزادہ صاحب نے ایڈریس میں جن جذبات کا اظہار کیا گیا تھا اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ بعض احباب پروگرام کی غلطی کی وجہ سے مل نہ سکا۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام کی نعمت کے نتیجہ میں مسلمان بھائی بھائی بن گئے تھے مگر بعد میں مسلمانوں میں سے اخوت اٹھ گئی اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے ہم پھر بھائی بھائی بن گئے ہیں اور دنیا کے کسی کونے میں ہمیں تنہائی محسوس نہیں ہوتی۔ نصائح تو کتب میں موجود ہیں ان پر عمل کرنے سے ہی فائدہ ہوگا اور عمل ہی اصل چیز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اسلام کی عملی تصویر پیش کی ہے ہمیں اس کا نمونہ بننا چاہیئے۔ خصوصیت سے ہمیں اپنی اولاد کو اس پر چلانا چاہیئے۔ جب تک بزرگوں کی جگہ لینے کے لئے ... لوگ خلوص سے آگے نہیں آتے جماعت ترقی نہیں کر سکتی اس پر جماعت کے احباب نے یہ وعدہ کیا کہ ہم اولاد کی تربیت کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

اس کے بعد جماعت نے اسلام کی ترقی کیلئے کچھ تجاویز پیش کیں۔ جس پر مکرم میاں صاحب نے مفید مشورے دیئے اور ضروری نصیحتیں کیں۔ اجتماعی دعا کے بعد اجلاس ختم ہوا۔ اس کے بعد جماعت نے ظہر کا کھانا مکرم میاں صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ اپنے اخلاص اور تعلق کا اظہار کرتے ہوئے یہاں پر بھی مکرم صاحبزادہ صاحب کی تشریف آوری جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی۔ جماعت نے بیٹھے اعلیٰ نمونہ کے اخلاص کا مظاہرہ کیا۔ مکرم محمد سعید صاحب انصاری کی مساعی کے نتیجہ میں جو نئی جماعت پیدا ہوئی ہے اس کے سیکرٹری بھی آخری وقت میں آکر صاحبزادہ صاحب سے ملے۔

مکرم انچارج مبلغ صاحب اور جماعت نے جو انتظامات دورہ کی کامیابی کے لئے محنت سے کئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ اور مشن کی ترقی کے لئے جو پروگرام مکرم صاحبزادہ صاحب نے تجویز کیا اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ اور جو دقت مقامی جماعت کو یہاں تبلیغ میں پیش آرہی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دور فرمائے۔

اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

خاکسار کمال یوسف

یوم رحمۃ للعالمین

کے موقعہ پر جماعت احمدیہ حیدرآباد کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسہ

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب فاضل مالاباری مبلغ حیدرآباد

کل ہند مجلس تعمیر ملت حیدرآباد کی طرف سے بارہ سال سے میلاد النبی کی تقریب بصورت جلسہ منائی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ امسال بھی مورخہ ۳ راگست کو شاندار عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں کثیر تعداد میں مسلمان مرد و زن شریک ہوئے۔ اسی مجلس کی طرف سے تحریری مقابلہ بھی مختلف عنوانوں پر حسب دستور منعقد کیا گیا تھا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال بھی کالج گروپ کا پہلا انعام اور گولڈ میڈل تحریری مقابلہ کا امتیازی انعام احمدی طلباء نے ہی حاصل کیا۔ الحمد للہ۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اب تک پانچ مرتبہ کالج گروپ کا انعام احمدی طلباء ہی حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس دفعہ اس گروپ کا پہلا انعام عزیزی اشرف علی صاحب صدیقی مالاباری متعلم جامعہ احمدیہ عربک کالج قادیان نے اور گولڈ میڈل تحریری مقابلہ میں امتیازی انعام برادرم سید جعفر علی صاحب ایم۔ بی۔ ایس نے حاصل کیا۔ جونہی جلسہ گاہ میں ان دونوں کے ناموں کا اعلان کیا گیا تو جلسہ گاہ میں موجود تمام احمدی احباب کے دل مسرت اور تشکر الٰہی کے جذبات سے لبریز ہو گئے۔

مجلس مذکور کی طرف سے منعقد ہونے والے ان جلسوں میں ہمیشہ آنحضرت صلعم کی سیرت طیبہ پر ہی عمومی رنگ میں تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ اور ابھی تک کسی اختلافی مسئلہ پر تقریر نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس دفعہ غیر معمولی طور پر ایک تقریر مسئلہ ختم نبوت پر رکھی گئی۔ اور مقرر کے طور پر ایک تقریر مسئلہ ختم نبوت پر رنگ تھی اور اللہ تعالیٰ کے جلوہ پر مولانا حمید الدین صاحب عاقل کے نام کا اعلان تھا۔ چونکہ موصوف کا جلسے علماء کرام کے ساتھ ایک دفعہ مختلف مسائل پر مباحثہ ہوا تھا۔ اور انہیں شکست فاش کا بھی سامنا کرنا پڑا تھا اس کے بعد ان کا یہ معمول بن گیا تھا کہ جب بھی اور جہاں بھی کوئی ان کی تقریر ہو تو خواہ مخواہ جماعت پر مختلف قسم کی الزام تراشیاں فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ جلسہ میں حاضرین کو ختم نبوت کی حقیقت سے روشناس کرایا جائے۔

باوجود اس کے کہ ہمیں موصوف کی تقریر کے متعلق ۲ رتاریخ کی شام کو علم ہوا تھا۔ بعزیزی محترم محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد و سکندرآباد کی خاص توجہ سے اس مشکل کو بھی آسان کر دیا۔ چنانچہ ساتوں رات دو ورقہ ٹریکٹ بعنوان خاتم النبیین کی تفسیر کی طباعت کا انتظام کیا گیا۔ اور رات کے ۲ بجے تک خاکسار نے کتابت کا پروف دیکھا۔ اس طرح صبح ۷ بجے تک پانچ ہزار کے قریب یہ دو ورقیہ طبع ہو کر آیا۔ یہ امر یہاں خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اس دو ورقیہ کے شائع کرنے کے تمام اخراجات وغیرہ محترم امیر صاحب نے ہی برداشت کئے۔ علاوہ ازیں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی کی گرانقدر تصنیف ختم نبوت کی حقیقت کے پانچسو نسخے محترم امیر صاحب نے اسی روز کی اشاعت کے لئے وقف کئے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ یہ کتاب پچھلے سال محترم امیر صاحب نے اپنے خرچ پر شائع فرمائی تھی۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے پندرہ سے زائد اراکین نے تقسیم لٹریچر کا ذمہ لیا اور ایک تنظیم کے ماتحت اس غرض کے لئے جلسہ گاہ کی طرف نکلے اور دوران جلسہ میں اذان کے بعد جلسہ گاہ کے باہر کھڑے ہو کر یہ لٹریچر تقسیم کرنے لگے۔ اور تمام خدام بہت ہی دلچسپی سے اور پرامن طور پر اس فریضہ کو سرانجام دیتے رہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

بعض مسلمانوں نے ہمارے اس ٹریکٹ کو ہاتھ میں لیتے ہی پھاڑ ڈالا۔ اور پیروں کے نیچے روندنے لگے۔ اس طرح انہوں نے جذبہ دینداری اور آنحضرت صلعم کے ساتھ عقیدت کا مظاہرہ کیا۔ لیکن تمام سنجیدہ طبقہ نے خندہ پیشانی سے ہمارے اس لٹریچر کو قبول کیا۔

ایک دفعہ ہماری کتابوں کے ڈھیر پر جو کہ ایک جگہ رکھا گیا تھا ایک ہجوم نے آکر حملہ کر دیا لیکن ہمارے مستعد خدام نے جلدی ہی اس ہجوم پر قابو پا لیا اس کے علاوہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ مکرم امیر صاحب اور مکرم محمد اکمل صاحب وکیل یادگیری اور مکرم مولوی عبد اللہ صاحب بی۔ ایس۔ سی آخر تک خدام کی نگرانی اور رہنمائی فرماتے رہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے لئے تبلیغ کا بہترین موقعہ خدا تعالیٰ نے مہیا فرمایا۔

یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا حمید الدین صاحب عاقل نے ختم نبوت پر کوئی علمی تقریر نہیں کی۔ صرف چند لطائف پر اپنی تقریر کو ختم کیا۔ ان کی تقریر کا اصل مقصد لوگوں کو ختم نبوت کے متعلق اپنے خیالات سے روشناس کرانا نہیں تھا۔ بلکہ چند لطائف و چٹکلے سنا کر لوگوں کو ہنسانا تھا۔ چنانچہ اپنے اس مقصد میں انہیں کامیابی ضرور حاصل ہوئی۔ — دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ ہو۔

بقیہ صفحہ آگے سے گزرنے کو زیادہ بہتر سمجھتا ہے کیونکہ انسان معمول کی جلد بازی کے نتیجہ میں بعض اوقات اپنی نسبت بڑا نقصان کر لیتا ہے حالانکہ اگر وہ تھوڑا سا صبر کر لیتا تو وہ اس گناہ سے بچ جاتا۔

ایک اور حدیث یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرنے لگے تو نمازی کو چاہیئے کہ وہ اسے روکے اور اگر وہ نہ رکے تو اسے دھکا دے کر پیچھے ہٹا دے کیونکہ وہ شیطان ہے یعنی جلد بازی نماز کے عدم احترام کی وجہ سے وہ شیطنت کا مرتکب ہو رہا ہے (بخاری و مسلم)

اس قسم کے گذرنے سے نماز پڑھنے والے کی نماز پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اس کی نماز صحیح ہے صرف گذرنے والا ہی گنہگار ہوتا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہے تو کتنی دور سے گذرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صف کا فاصلہ چھوڑ کر آگے سے گزر سکتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ سجدہ میں پیشانی رکھنے کی جگہ سے ایک دو فٹ ادھر سے گزرنا جائز ہوگا۔ دراصل ممانعت اس بات کی ہے کہ انسان نمازی اور اس کی سجدہ گاہ کے درمیان میں سے گذرے۔ سجدہ گاہ سے باہر کی طرف سے گزرنا منع نہیں حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص سترہ یا کسی اور وجہ سے اپنی صف کی تعیین کرے تو اس سے دور سے گزرنے میں کچھ حرج نہیں حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجھہ شیئاً فان لم یجد فلینصب عصاً فان لم یکن معہ عصاً

نلیخط خطاً ولا یضرہ ما امامہ

(ابو داؤد و مسند احمد)

یعنی اگر کوئی کھلی جگہ نماز پڑھنے لگے تو اسے چاہیئے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے جو سترہ اور روک کا کام دے۔ اگر اسکے پاس اور کوئی چیز نہ ہو تو اپنی چھڑی ہی کھڑی کر دے اگر چھڑی بھی نہ ہو تو خط کھینچ دے۔ جسکے معنے یہ ہوں گے کہ اس نشان کے اندر سے گزرنا منع ہے البتہ اسکے باہر سے انسان گزر سکتا ہے علاوہ اس کے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑے گا چونکہ آج کل مساجد میں اپنے طور پر سترہ کیلئے مذکورہ بالا قسم کے نشان قائم کرنیکی کوئی خاص ضرورت نہیں۔

غرض مختلف احادیث کی بناء پر علماء نے وضاحت کی ہے کہ نمازی سے قریباً تین ہاتھ کی دوری سے انسان گذر سکتا ہے (نیل الاوطار ۳/۲) اس گنجائش کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حدیث میں نمازی کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ آگے سے گذرنے والے کو ہاتھ سے روکے اور یہ تبھی ممکن ہے جبکہ وہ نمازی کے اتنے قریب سے گذر رہا ہو کہ نمازی کا ہاتھ اس تک پہنچ جاتا ہو۔ یہ حکم تو بالکل نہیں کہ نماز پڑھنے والا آگے بڑھ کر اور قدم چل کر گذرنے والے کو جا روکے۔ پس روکنے یا گذرنے والے کے گنہگار ہونے کا سوال تبھی پیدا ہوتا ہے جبکہ نمازی کے قریب اسی صف سے گذرے جس میں نمازی نماز پڑھ رہا ہے سامنے کی دوسری صف پر سے حسب ضرورت گذرنا منع نہیں واللہ اعلم بالصواب۔

قسط نمبر ۶

متحدہ ہندوستان میں مسیحیت اور اس کا دفاع

(از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ بمبئی)

کتاب مقدس میں اصلاحات اس کے بعد کلیساؤں میں اس قسم کی مجلسیں طلب کرنے کا ایک رواج سا ہو گیا۔ ہر مرتبہ پرانے اور نئے عہدنامے کے متعلق کچھ تازہ فیصلے ہوئے۔ کچھ کمی کی جاتی یا زیادتی۔ پھر سیکو مستند نسخہ (ریوائزڈ ورشن) کہا جاتا۔ کتاب مقدس پر اصلاحات کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے حتیٰ کہ بیسویں صدی میں بھی انگلستان و امریکہ کے آزاد خیال علماء کی طرف سے نئے اور پرانے عہدنامے کا ایک نیا نسخہ شائع کیا گیا ہے۔ اس میں منجملہ اور تصرفات کے ایک اور تصرف بھی کیا گیا ہے کہ پرانے عہدنامے میں مسیح کے جی اٹھنے اور آسمان پر چلے جانے کے متعلق جو آیات تھیں وہ صاف کر دی گئی ہیں۔ اور حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے کہ اصل یونانی کے متن میں یہ آیات نہیں ملتیں۔

یہ بات کتنی حیرت انگیز ہے کہ نئے عہدنامے کی عمر دو ہزار برس کے لگ بھگ ہو گئی۔ مگر ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آج جو ہر زبان میں اس کتاب کے ترجمے پائے جاتے ہیں اصل کے مطابق ہیں یا نہیں۔

اناجیل کے پرانے نسخے کلیساؤں کی تحقیق کے مطابق اناجیل کی تدوین پہلی صدی عیسوی کے بعد ہی شروع ہو گئی مگر آج تک ان کو انجیلوں کے جو سب سے پرانے نسخے ملے ہیں وہ چوتھی صدی عیسوی کے ہیں۔ اور یہ سب یونانی زبان کے ہیں۔ حالانکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ مقدس متی نے اپنی انجیل عبرانی زبان میں لکھی تھی اسی طرح یہ بھی بات ہے کہ اور بہت سے مسیحی بزرگوں نے اور بہت سی زبانوں میں آپ کی سیرت لکھی ہوگی مگر یہ بھی کلیسا کی کرامت معلوم ہوتی ہے کہ چوتھی صدی عیسوی تک ان کو انجیل کے جتنے نسخے ملے سب یونانی اور عبرانی۔ عہد مسیح میں یہ تینوں زبانیں یروشلم میں بولی اور لکھی جاتی تھیں۔ لاطینی سرکاری زبان تھی۔ یونانی علمی و ادبی اور ایرانی عام بول چال کی۔ جناب مسیح کو جب تختہ صلیب پر چڑھایا گیا۔ تو ان پر جو الزام تھا وہ ان تینوں زبانوں میں لکھ کر لٹکایا گیا تھا۔ یعنی "یہودیوں کا بادشاہ" ان ہی سے ارامی حضرت مسیح کی مادری زبان تھی وہ اسی میں بات چیت کیا کرتے تھے۔ عبرانی جس میں خدا نے موسیٰ سے کلام کیا تھا عہد مسیح میں متروک ہو گئی تھی۔ اور اس کی جگہ ارامی نے لے لی تھی جو اسی کی ایک بگڑی ہوئی شکل تھی

محکمۂ احتساب اگرچہ یہ شبہ ہو سکتا ہے خدا گمان بد سے بچائے کہ کلیسا کو انجیل کے نسخے جو صرف یونانی ہی ملے اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کلیساؤں کے لئے دوسرے نسخوں کا وجود ناقابل برداشت ہو گیا ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آج تثلیث، الوہیت مسیح اور کفارہ کا مسئلہ جس شد و مد سے بیان کیا جاتا ہے اور اس کو جو فلسفیانہ رنگ دیا جاتا ہے۔ اناجیل اربعہ میں یہ چیز نہیں ملتی۔ ممکن ہے کہ دوسری اناجیل ایسی ہوں جن میں صاف طور پر عقائد ثلاثہ کے خلاف باتیں ہوں اس لئے کلیسا نے انہیں محکمۂ احتساب کے شکنجے میں کسا۔ اور ان کو منظر عام پر نہیں آنے دیا۔ آئے دن جو نئی نئی انجیلوں کا انکشاف ہو رہا ہے اور بعض انجیل کسی کلیسا کے دفینہ سے بھی مل جاتی ہے اس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے۔

انجیل کا اطلاق اس جگہ یہ ملحوظ رہے کہ انجیل سے میری مراد حواریوں، شاگردوں اور قدیم عیسائیوں کی ہر وہ تحریر ہے جس میں جناب یسوع مسیح کے حالات زندگی، تعلیمات اور ملفوظات قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور ان کے ظہور کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ انجیل ایک عبرانی لفظ ہے جس کے معنے مطلقاً بشارت و خوشخبری کے ہیں۔ مگر مسیحی اصطلاح میں حضرت مسیح سے متعلق خوشخبریوں کو انجیل بولتے ہیں۔

ولگٹ کا ترجمہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کبھی انجیل کا اصل متن یعنی یونانی نسخہ ترجموں کی طرح منظر عام پر لایا گیا یا نہیں۔ اس وقت جو ہزاروں زبانوں میں ترجمے ملتے ہیں وہ ولگٹ کا ترجمہ ہے یا "کنگ جیمز" کا۔ ولگٹ لاطینی کے عام ترجمہ کو بولتے ہیں۔ کیتھولک چرچ کے نزدیک یہی ترجمہ مستند ہے۔

یونانی متن کو چھوڑ کر لاطینی ترجمہ پر قناعت کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ظہور اسلام کے بعد جب خلافت راشدہ کے عہد میں رومیوں کا مسلمانوں سے تصادم ہوا تو مسیحیت روم وغیرہ سمٹ کر مغربی یورپ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئی۔ ان ممالک کے پاس مالیوس مسیحی کے سوا اور کوئی نسخہ باقی نہیں۔ یہ نسخہ مقدس جیروم کا نسخہ کہلاتا۔ جو انہوں نے پانچویں صدی عیسوی میں یونانی سے لاطینی میں ترجمہ کیا تھا۔ مسلمانوں کی تمدنی فتوحات ایک عرصہ تک مغرب یورپ کے کلیسا کی یونانی نسخے ملے

نسخے سے محروم رہیں۔ یہ تو مسیحیوں کو مسلمانوں کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ جب دولت عثمانیہ کے نامور تاجدار سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا تو یونانی علماء وہاں سے بھاگ کر مغربی یورپ جانے لگے۔ اور اس طرح ان ممالک کی کلیساؤں کو پھر یونانی انجیل کے نسخے دستیاب ہو گئے۔

کنگ جیمز کا ترجمہ اس کے بعد جب یورپ کے بعض ممالک میں مذہبی اصلاحات کی تحریک چلی اور ایک طبقہ نے کلیسا کے پاپائی نظام کے خلاف خروج کیا تو اس نے ولگٹ کا ترجمہ مستند ماننے سے بھی انکار کیا۔ اور جیمز شاہ انگلستان کی نگرانی میں یونانی نسخے سے ترجمے کا کام شروع کیا گیا۔ سنہ ۱۶۱۱ء میں یہ ترجمہ مکمل ہوا۔ پروٹسٹنٹ فرقے کے نزدیک یہی ترجمہ مستند ہے۔

مسیحیوں کے باہمی اختلافات کلیسا کے یہ دو بڑے فرقے یعنی کیتھولک اور پروٹسٹنٹ تو لاطینی اور یونانی ترجمے اور مسیح و مریم کی پرستش کے مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن مسیحیوں کے اور بہت سے چھوٹے چھوٹے فرقے ہیں۔ جو انجیل کی بہت سی آیات کی کچھ اور تاویل کرتے ہیں۔ جیسے "زائن نازلہ" والے کہتے ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی یہ معنی رکھتی ہے کہ ان کا دوبارہ روحانی طور پر نزول ہوگا۔ پھر وہ روحانی نزول کا یہ مطلب بتاتے ہیں کہ روئے زمین پر مسیحیت کی احیاء و تجدید کے لئے ایک تحریک چلائی جائے گی۔ اور بہت سے لوگ اس کے ذریعہ مسیح کے آستانے پر جبہ سائی کرنے لگیں گے۔ اس طرح روح اور کلام کا ان کے دل پر نزول ہوگا۔ اسی طرح Seventh Day Adventist Methodist اور Church والے بھی بہت سی آیات کی تفسیر میں دوسرے مسیحیوں سے اختلاف کرتے ہیں۔

اناجیل کی اقسام نئے عہدنامے میں جو اناجیل ہیں مضمون اور مواد کے اعتبار سے مسیحی علماء نے ان کو دو حصوں میں رکھا ہے۔ پہلے میں متی، مرقس اور لوقا کی اناجیل ہیں۔ ان تینوں کی ترتیب واقعات اور اسلوب بیان ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے۔ ان تینوں انجیلوں کو "اسنا پٹک" بولتے ہیں۔

دوسرے حصے میں انجیل یوحنا ہے اس کا طرز بیان اور اسلوب نگارش ان تینوں سے جدا ہے۔ اس میں کچھ واقعات بھی زائد ہیں۔ جیسے مسیح کا یہ معجزہ کہ پانی کو شراب بنا دیا۔ اور کئی باتیں تینوں اناجیل سے مختلف بھی ہیں۔ جیسے صلیب مسیح کا وقت۔ مرقس میں ہے کہ مسیح کو تیسرے گھنٹے صلیب دی گئی۔ لیکن یوحنا کی روایت ہے کہ مسیح چھٹے گھنٹے تک پیلاطوس ہی کی عدالت میں تھے۔ اسی طرح متی میں مریم مگدلینی کے متعلق ہے کہ وہ اتوار کو مسیح کی قبر پر آئی۔ مگر یوحنا کا بیان ہے کہ وہ سنیچر کو آئی۔

یوحنا عارف مقدس یوحنا حواریوں میں عارف و صوفی مانے گئے ہیں۔ ان کی انجیل میں بھی تصوف کی چاشنی پائی جاتی ہے۔ عقیدۂ تثلیث کے ثبوت میں اسی انجیل کی ایک آیت پیش کی جاتی ہے اور اس کا جو آخری جملہ ہے وہ تو پڑھنے والے کو حیرت زدہ بنا ڈالتا ہے۔ یعنی یہ کہ

اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔"

اس انجیل میں اس قسم کا مبالغہ پایا جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ مقدس یوحنا ایک عارف تھے اور صوفی کسی مذہب کا ہو اس کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے۔ وہ ترغیب و ترہیب اور فضائل و مناقب کے باب میں موضوع روایت سے کام لینا جائز سمجھتے ہیں۔ کئی اسلامی صوفیاء نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ امام غزالی کی احیاء علوم الدین میں بھی اسی قسم کی بے شمار احادیث پائی جاتی ہیں۔

نئے عہدنامے کی اور تحریریں نئے عہدنامے میں مقدس لوقا اور یوحنا کی دو اور تحریریں ہیں۔ ایک تو ہے "رسولوں کے اعمال" اگرچہ اس میں مصنف کا نام نہیں مگر یہ تحریر مقدس لوقا ہی کی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے مخاطب بھی وہی بلادی سردار "تھیوفلس" ہے۔ جس کو انجیل لوقا میں مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ اصل میں مسیحی مبشروں پطرس برنباس اور پولوس کی کارگزاری کی رپورٹ ہے۔

دوسری تحریر مقدس یوحنا کی ہے یعنی مکاشفات یوحنا۔ درحقیقت یہ ایک کشفی چیز ہے جو کلیساؤں کو نام بھیجی گئی تھی۔ جماعت احمدیہ کے خیال میں اس کے باب ۱۲ آیت ۲ سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن مجید کی بابت تحریر استدلال کیا ہے۔

اس کے علاوہ نئے عہدنامے میں

حواریوں اور غیر حواریوں کے ان بہت سے خطوط ہیں جو عبرانیوں، کرنتھیوں اور گلتیوں وغیرہ کے نام بھیجے گئے ہیں۔

پرانا عہد نامہ

مسیحیت کے ایک محقق کو نئے عہد نامے کے بعد "پرانے عہد نامے" کی تاریخی و الہامی حیثیت کا بھی مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کی الہامی حیثیت تو اس کی بے شمار اندرونی شہادتوں سے مجروح ہو جاتی ہے۔ اس کا طالب علم سرسری مطالعہ کے بعد ہی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوتا ہے کہ یہ الہامی نہیں بلکہ ایک تاریخی کتاب ہے۔ آج ہمارے سامنے یہ کتب جس ترتیب سے موجود ہیں۔ انہیں پڑھ کر یہی اثر مترتب ہوتا ہے کہ یہ یہودیوں کے مختلف ادوار کی تاریخ ہے۔ البتہ ان میں سیاست مدن، جنسی تعلقات اور قبائلی نسل کے متعلق کچھ ایسی باتیں بھی ہیں۔ جو سخت ناپسندیدہ و قابل اعتراض ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ویدوں کی طرح "پرانے عہد نامے" کی تصنیف بھی وقتاً فوقتاً کے بعد ہوئی ہے۔ بیسیوں علماء نے اس کی تدوین میں حصہ لیا ہے۔ اور صدیوں تک یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ اس عہد نامے سے "شراب نوشی اور بیوگی" کے رواج کا بھی پتہ لگتا ہے۔ غیر محدود کثرت زوجگی ایک عام بات تھی۔ اور بھی بیسیوں اندرونی شہادتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ تصنیف صدیوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اس انتشار کی ترتیب و بہت سے نشیب و فراز سے گذری۔ اور سماج میں بہت سی نئی نئی قدروں اور خیالات نے جنم لیا۔

یہ ایک سوال ہے کہ "پرانا عہد نامہ" مکمل ہے یا نہیں۔ عموماً محققوں کا رجحان اس طرف ہے کہ یہ کتاب نامکمل ہے۔ اس کے اور کئی حصے ہیں۔ جو تمام Apocalyptic مسلمہ حصوں تک کی مخفی کتب کہلاتی ہیں یہ دس کتابوں پر مشتمل ہے لیکن آج کل نئے عہد نامے میں یہ اجزا شامل نہیں۔

کتب مقدس کا سرسری تعارف کرانے کے بعد اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مسیحیت کے چند بنیادی عقائد پر کچھ روشنی ڈالوں۔

تثلیث

مسیحیت کے بنیادی عقائد میں تثلیث کو اولیت کا درجہ حاصل ہے یعنی باپ۔ بیٹا اور روح القدس کا اجتماع۔ جس طرح توحید اسلام کا شعار ہے اسی طرح آج تثلیث مسیحیت کا شعار سمجھی جاتی ہے۔ اگر اس عقیدے کی سیدھے سادے الفاظ میں تشریح کی جائے تو یہ بڑا مبارک عقیدہ ہے۔ اور ہر مذہب و ملت میں اس کے شواہد پائے جاتے ہیں۔

اس عقیدے کی تشریح یوں ہونی چاہیئے۔ کہ خدا اور اس کے بندے کے درمیان اطاعت اور محبت کے رشتہ میں باپ اور بیٹے جیسا تعلق پایا جائے پھر روح القدس کے ذریعہ استوار ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی تشریح ہے جس سے لفظ تثلیث ایک حسین و معنی خیز لفظ بن جاتا ہے۔ اس سے تعلق باللہ کی حقیقت بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔

تثلیث کی یہ تشریح قرآن مجید کے نزدیک بھی درست ہے۔ قرآن پاک نے بھی خدا کو باپ کا مقام دیا ہے وہ کہتا ہے

فاذکروا اللہ کذکرکم
آباءکم او اشد ذکرا۔

تم اللہ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح
اپنے باپ کو یاد کرتے ہو۔ یا اس
سے بھی زیادہ۔

[illegible] کا مشہور مقولہ ہے کہ الخلق عیال اللہ یعنی مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ خواجہ الطاف حسین حالی بھی کہتے ہیں کہ

مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

لیکن افسوس کہ مسیحی علماء نے تثلیث کی تعریف میں یہ سیدھی سادی راہ اختیار نہیں کی۔ اور اس کی تعریف میں باپ۔ کلام اور روح القدس کا ایک ایسا تصور پیش کیا جس سے یہ عقیدہ ایک معمہ سا بن گیا۔ اناجیل متی۔ مرقس اور لوقا میں اس عقیدے کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اس کے علاوہ نئے عہد نامے میں کئی ایسے خطوط اور مسیحی بزرگوں کے کئی ایسے اقوال و ملفوظات موجود ہیں۔ جو عقیدۂ تثلیث کے خلاف ہیں۔ ان میں خدا کو واحد و یگانہ صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس عقیدے کی بنیاد نئے عہد نامے کی اس عبارت پر ہے کہ

"تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں۔ یعنی باپ۔ کلام اور روح القدس۔"

وہ لوگ جو سوچتے ہیں جب اس جملہ پر غور کرتے ہیں تو ان کا ذہن فوراً اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ اس میں ایک ہستی کی تین ایسی صفات بیان کی گئی ہیں جو مقدس یوحنا کے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھیں جس طرح خدا کی اور بہت سی صفات ہیں۔ ہر مکتبۂ فکر کا معلم اپنے اپنے مذاق اور ضرورت کے مطابق ان میں سے چند صفات پر زیادہ زور دیتا ہے جیسے ہندو دھرم نے برہما، وشنو اور شیو کی صفات پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اور انہوں نے ان ناموں سے موسوم کرتے ہیں برہما، وشنو اور مہیش۔ سناتن دھرمی [illegible] خدا کی چار صفات زیادہ پسند آئیں اور انہوں نے ان کو آگ، ہوا، سورج، چندرما اور پرتھوی کا نام دیا۔ یہ الفاظ صرف افہام و تفہیم کے لئے ہیں۔ در حقیقت وہ اس طرح ان کے معانی دلنشین کرانا چاہتے تھے۔ مگر تاریخ مذاہب بتاتی ہے کہ اس طرح خدا کی ہر صفت کو ایک مادی نام سے تشبیہ دینے کا انجام اچھا نہیں ہوا۔ کم عقل اور خام طبیعت لوگ اس طرح اجرام، عناصر اور بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے۔ اور ایک خدا کی خدائی میں بہت سے چھوٹے چھوٹے خدا راج کرنے لگے۔

مسیحی علماء نے بھی باپ کلام اور روح القدس کو جو در حقیقت صفات ہیں۔ ایک وجود میں متشخص کر کے پیش کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں اس کی بھی پرستش شروع ہو گئی۔

الوہیت مسیح

مسیحی علماء کا دوسرا مشہور نظریہ الوہیت مسیح کا نظریہ ہے۔

میرا خیال ہے کہ یہ مسیحیت جو آج ہم لوگوں تک پہنچی ہے۔ ایسے لوگوں کے ذریعہ پہنچی ہے جو تصوف کے دقیق اسرار اور روحانیت کے اعلیٰ درجات سے ناواقف تھے۔ وہ سلوک کے نازک مقامات کا علم نہیں رکھتے تھے۔ اسی لئے وہ جناب یسوع مسیح کے بعض اقتداری معجزات یا محیر العقول کارنامے دیکھ کر قوت تمیز کھو بیٹھے اور انسان کو الوہیت کی چادر اڑھا دی۔

بات یہ ہے کہ راہ سلوک میں جب سالک ایسے مقام پر پہنچتا ہے۔ جہاں وہ الوہیت میں آجاتا ہے۔ تو اس وقت اس پر بھی الوہیت ہی کا رنگ غالب آجاتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کے لئے وہ خدا کا ہم رنگ نظر آنے لگتا ہے۔ مگر یہ کیفیت بالکل عارضی ہوتی ہے اور اس کے دور ہوتے ہی پھر وہ انسان کا انسان نمودار ہو جاتا ہے۔ مولانا روم نے تعلق باللہ کی یہ کیفیت کتنے موثر انداز میں بیان کی ہے۔

رنگ آہن محو رنگ آتش است
ز آتشی می لافد و آہن وش است
چوں بہ سرخی گشت ہمچو زر کان
پس انا النار است لافش بے گمان
شد ز رنگ و طبع آتش محتشم
گوید او من آتشم من آتشم
آتشم من گر ترا شک است و ظن
آزموں کن دست را بر من بزن

مولانا روم نے تعلق باللہ کا یہی نسخہ اپنی تصنیف "فیہ ما فیہ" میں بھی بیان کیا ہے۔ ان کے ممدوح حسین ابن منصور حلاج ہیں۔ حضرت مسیح ناصری کا مقام تو ان سے بہت بلند ہے۔ ان پر تو ان سے بہت زیادہ جذب و بیخودی کی یہ کیفیت طاری ہوتی ہوگی۔ اور بار بار شان الوہیت میں جلوہ گر ہوتے ہوں گے۔ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی ۱۹ اگست ۱۹۶۱ء کو ناسنور کشمیر میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات عالیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو وہ قرب الٰہی حاصل ہوا کہ آپ کو خدا سے مجازاً تشاکل ہو گیا۔ (رہبر قادیان ۲۵ اپریل ۱۹۶۲ء)

مگر یہ کیفیت بالکل عارضی ہوتی ہے اس کے بعد انسان پھر اسی بے خبری کے عالم میں آجاتا ہے شیخ سعدیؒ نے ایک بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

مسیحی علماء مقامات سلوک کا عرفان حاصل نہیں کر سکے۔ اس لئے جب حضرت مسیح پر یہ کیفیت طاری ہوئی تو وہ اسے دائمی کیفیت [illegible] بیٹا سمجھ بیٹھے اور ان کی خدائی کا اعلان کر دیا۔

کفارہ

جناب یسوع مسیح کے روحانی مدارج بیان کرتے ہوئے مسیحی علماء کی عقل جس پیچ و خم سے گذری اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انجیل مقدس کو بامعنی بنانے کے لئے ان کے دانشوروں کو نظریۂ کفارہ ایجاد کرنا پڑا۔ یہ اور بات ہے کہ یہ نظریہ خود ایک دشوار و ناقابل فہم ہے کہ پہلا پیچ کے ہر عقل سلیم کو سب سے فلسفۂ مسیحیت پر غور کرنا پڑتا ہے۔ مسیحیت کوئی راہ نجات ہے یا طریق اباحت؟ اور مسیحیوں کی یہ گنہگاروں کو دینداروں کی کوئی ضمانت ہے یا اباحتوں اور طاغیوں کا کوئی فرقہ؟

کفارہ کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ مسیح نے صلیب پر جان دے کر ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا لیا۔ جو ان پر ایمان لائے۔ ہیں۔ عذاب ان ایمانداروں سے کوئی باز پرس نہیں کرے گا

خدا کی عدالت مسیحیوں کی یہ منطق تسلیم کرے گی یا نہیں۔ یہ تو روز جزا کو معلوم ہوگا لیکن دنیوی قانون دانوں کے نزدیک "میزان عدالت" اس کا نام نہیں۔ ہندی میں ایسی ہی عدالت کے متعلق ایک مثل مشہور ہے کہ "ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا"۔ کوئی عقلمند و منصف مزاج جج اس شخص کی درخواست قبول کرنے پر تیار نہیں ہوگا جو ڈاکو کے بدلے اپنے کو سزائے موت کے حوالے کرنا چاہتا ہے یہ فرد ہے کہ انصاف اندھا ہوتا ہے۔ مگر اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ مجرم پر فرد جرم قائم کرنے میں انصاف اس کی شخصیت اور اس کے متعلقین کا لحاظ نہیں کرتا۔ اس کے معنے یہ نہیں کہ وہ چور و رہزن کی سزا کسی معزز شہری کو دے دیتا ہے۔ مگر نظریۂ کفارہ ان تمام قوانین کو پامال کر کے جن سے دنیا میں امن و عدل کی بنیاد برقرار ہے برائی و بے انصافی کی طرح ڈالتا ہے۔

(باقی)

جماعت احمدیہ کیرنگ کا ایک کامیاب تبلیغی دورہ

(از مکرم مولوی محمد موسیٰ صاحب مبلغ کیرنگ (اڑیسہ))

مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۶۲ء کو کیرنگ سے ایک تبلیغی وفد جو بائیس ۲۲ افراد پر مشتمل تھا۔ اور جن میں ایک غیر احمدی بھی اپنی خواہش کی بناء پر شامل تھے۔ خاکسار کی معیت میں بورا ڈمی نامی ایک گاؤں کو روانہ ہوا۔ بورا ڈمی کے پاس ہنگھار سنگھ نامی ایک گاؤں ہے جہاں ہمارے ایک مخلص احمدی مکرم صالح خان صاحب بود و باش رکھتے ہیں۔ ان کی کوشش اور بورا ڈمی کے مقامی ہندو دوستوں کی خواہش پر ایک دھرم سبھا اس مقام پر منعقد ہوا۔ جہاں ہمیں مدعو کرنے والے اس گاؤں کے تین معزز ہندو یعنی لوکس ناتھ سامنت رائے گوپی ناتھ سوائیں اور دھول بدھان نے جلسہ کا انتظام کر رکھا تھا۔

چنانچہ نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھی گئیں۔ جلسہ کی کارروائی زیر صدارت جناب لوکناتھ سامنت رائے سرپنچ علاقہ شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم و نظم خوانی کے بعد تعارفی تقریر مکرم یٰسین خانصاحب نے کی۔ جس میں انہوں نے بتلایا کہ ہم شری کرشن جی مہاراج کی آمد ثانی کی خبر لے کر آپ لوگوں کے پاس آئے ہیں۔ اس کی تفصیل ہمارے ساتھ آئے ہوئے ہمارے مبلغ صاحب آپ کو سنائیں گے۔ اس لئے میری التجا ہے کہ دوست ان کی تقریر توجہ سے سنیں۔ اور جو سوال ہو وہ دریافت فرمائیں۔ انشاء اللہ تسلی بخش جواب دیا جائے گا۔

چنانچہ خاکسار نے اپنی تقریر بعنوان "شری کرشن جی مہاراج کی آمد ثانی اور پیغام امن" شروع کی۔ خاکسار نے آیت کریمہ "وان من امة الا خلا فیھا نذیر" کو پیش کرتے ہوئے بتایا کہ قرآنی احکام کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نبی ہر قوم اور ملک میں آتے رہے ہیں اور دنیا میں آ کر انہوں نے توحید کی تعلیم دی اور ایک زندہ خدا کی ہستی کو دنیا کے سامنے عظیم الشان معجزات کے ساتھ پیش کیا۔ مگر افسوس کہ اندھی دنیا نے ہمیشہ ان کی مخالفت کی اور ان کو تباہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر انجام کار خدا تعالیٰ کے مامور غالب رہے۔

بطور مثال مختلف انبیاء اور ان کے مخالفین کی تاریخ مختصر طور پر بیان کی۔ اسی سلسلہ میں خاکسار نے آیت کریمہ "ولقد بعثنا فی کل امة رسولاً" والی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہ خدا کے نبی ہر قوم میں آتے رہے ہیں اور حضور اکرم صلعم کی یہ حدیث کہ "کان فی الھند نبیا اسود اللون اسمہ کاھنا" یعنی ہندوستان میں ایک نبی گزرا ہے جس کا نام کاہن (کرشن کنہیا) تھا پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ان دلائل کی بناء پر جہاں ہم حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو خدا کے نبی اور اوتار مانتے ہیں۔ وہاں ہم بھارت میں پیدا ہونے والے سب بزرگوں حضرت کرشن، حضرت رامچندر، حضرت بدھ اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی خدا کے نبی اور اوتار سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان سب کی اصولی تعلیم میں کوئی تضاد نہیں۔ البتہ ان کی بعثت پر ایک مدت گزر جانے کے بعد لوگ نبی کی تعلیم کو بگاڑ کر اپنے مطلب کی بات نکال لیتے ہیں۔ اس کی مثال دیتے ہوئے خاکسار نے بتلایا کہ دیکھو بارش کا پانی نہایت صاف اور شفاف ہوا کرتا ہے مگر جب وہ مٹی پر گرتا ہے۔ تو گرد و غبار سے آلودہ ہو کر گندہ ہو جاتا ہے اسی طرح نبی کی تعلیم میں جب دنیا دار اپنے خیالات کی آمیزش کر دیتے ہیں۔ تو ان کی اصل شکل ہی مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ ورنہ نبی کی تعلیم بذات خود خراب نہیں ہوا کرتی۔ اس کے بعد گیتا کا مشہور حوالہ پیش کیا جس میں شری کرشن فرماتے ہیں۔

"جب جب دنیا میں پاپ اندھکار چھا جاتا ہے اور دھرم نشٹ ہو جاتا ہے اور ادھرم کا دور دورہ ہوتا ہے تو دھرم کو استھاپن کرنے کی غرض سے جگ جگ میں اوتار دھارن کیا کرتا ہوں۔"

اس موقعہ پر موجودہ زمانہ کی بد امنی اور بے چینی اور پاپ و اندھکار کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے خاکسار نے بتایا کہ عین وقت پر ایک مہاپرش کرشن کی شکل میں قادیان کی مقدس سرزمین میں مبعوث ہو چکا ہے جس نے آ کر پھر ایک بار دنیا میں بڑی میٹھی اور سریلی آواز میں وہ امن اور سکون کی بانسری بجائی ہے۔ جس کے لئے دنیا مدتوں سے منتظر بیٹھی تھی۔

اس موقعہ پر خاکسار نے حضرت مسیح موعودؑ کے بتلائے ہوئے پیغام امن کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

مجلس میں موجود ہندو بھائیوں سے اپیل کی کہ وہ زمانہ کی ضرورت کو سمجھیں اور حضرت کرشن علیہ السلام کے اپدیش پر غور کرتے ہوئے "کرشن ثانی" کے پیغام کو دل میں جگہ دیں۔ اس موقعہ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ حوالہ بھی پیش کیا جس میں حضور فرماتے ہیں :-

"میں گناہوں کو دور کرنے کے لئے جیسے زمین پر بھیجا گیا ہے جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ویسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں سے ایک بڑا اوتار تھا یا یوں کہنا چاہیئے روحانی حقیقت کی رو سے میں وہی ہوں خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں۔"

(لیکچر سیالکوٹ)

خاکسار کی تقریر کے بعد مکرم منشی ضیاء الدین صاحب پوسٹ ماسٹر و معلم مدرسہ احمدیہ کیرنگ نے خاکسار کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے سامعین سے درخواست کی وہ ہمارے لٹریچر کا مطالعہ کریں۔ اور اس وقت دنیا جس بے چینی کا شکار ہے اس کو بچانے کے لئے دھرم کی طرف توجہ کریں۔

پوسٹ ماسٹر صاحب موصوف کی تقریر کے بعد مکرم حکیم شاہ جہاں صاحب نے ترنم کے ساتھ سنسکرت کے مختلف شلوک پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا۔ اور بتایا کہ یہی وہ وقت ہے جس میں ایک اوتار کی آمد کا سب اقوام کی طرف سے انتظار کیا جا رہا ہے۔ ہم بڑی مسرت کے ساتھ یہ خوشخبری سنا رہے ہیں کہ وہ مہاپرش قادیان صوبہ پنجاب کی سرزمین میں آ چکے ہیں۔

مکرم حکیم صاحب موصوف کی تقریر کے بعد جناب مکرم علی صاحب نے مزید وضاحت کے ساتھ ہندو شاستروں، وید، گیتا کے حوالہ جات وغیرہ سے نیز قرآن کریم و احادیث سے یہ ثابت کیا کہ کلنکی اوتار حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ہی ہیں۔ جن پر یہ تمام حوالہ جات چسپاں ہو رہے ہیں۔ وقت کی قلت کے باعث ہمارے مکرم خلیل الرحمن صاحب اور مکرم خلیل احمد صاحب کو موقعہ نہ ملا۔ اور آخر میں صدر صاحب جلسہ نے اپنی صدارتی تقریر کرتے ہوئے وفد کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا اور آئندہ بھی اس قسم کے دھرم سبھا کے استھاپن کی خواہش کی۔ اور انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ہمیں چائے اور ناشتہ پیش کیا۔ حاضری ایک سو کے لگ بھگ تھی۔ اڑیہ زبان کے معقول تعداد میں ٹریکٹ تقسیم کئے گئے۔ اس طرح ہمارا جلسہ بخیر و خوبی ۶½ بجے شام اختتام پذیر ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

تحریک جدید دفتر دوم کا انیسواں (۱۹) سال

جیسا کہ احباب جماعت کو علم ہے کہ یہ تحریک جدید دفتر دوم کا انیسواں سال جا رہا ہے

جو انیس سالہ دور کا آخری سال ہے

اور نومبر ۱۹۶۲ء میں یہ سال ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس دور کی انیس سالہ یادگاری کتاب مجاہدین تحریک جدید کے اسماء اور ان کی مالی قربانیوں پر مشتمل شائع کی جائے گی۔ اس لئے احباب جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنے ذمہ چندہ تحریک جدید کی جلد از جلد ادائیگی کر کے ماہ نومبر ۱۹۶۲ء تک حسابات مکمل کر لیں تا کہ بقایا ہونے کی وجہ سے کسی مخلص کا نام شائع ہونے سے رہ نہ جائے۔ اس کتاب میں صرف ان مخلصین کے نام شائع ہوں گے جنہوں نے ۱۹ سال کا چندہ ادا کر دیا ہوگا۔

۲۔ جو مخلصین دفتر دوم میں کسی بھی درمیانی سال میں شامل ہوئے ہیں وہ حسب توفیق زیادہ سے زیادہ چندہ گذشتہ سالوں کے حساب میں ادا کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح ان کا نام بھی اس کتاب میں شائع ہو سکے گا۔

امید ہے کہ احباب جلد از جلد اس طرف توجہ فرمائیں گے اور سال کے دوران کے ان آخری چار ماہ میں اپنے اپنے چندہ کی کمی کو پورا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ ہو۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

معلوماتِ عامہ

راڈار!

راڈار کیا ہے؟ اس کے متعلق بہت کم تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو علم ہے کہ یہ کیا ہے کس قسم کا آلہ ہے کس کام آتا ہے اور کیوں امریکی اور برطانوی ایئر فورس ہندوستانی ایئر فورس کے ساتھ مل کر ہمالیہ کی پہاڑی علاقہ میں مشترکہ طور پر جنگی مشق کرنے کی تیاری کر رہی ہیں۔

آج کل اخبارات میں اس مسئلہ پر کافی بحث ہو رہی ہے اور بیشتر اخبار میں حضرات اس مسئلہ پر تبصرہ کرتے سُنے گئے ہیں۔ لیکن وہ یہ سمجھتے ہیں کہ راڈار کوئی پُر اسرار قسم کا جنگی آلہ ہے اور کئی حضرات تو بنا جانے سمجھے ہی اس کے متعلق رائے زنی کر رہے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عام ہندوستانی کی عام واقفیت بہت محدود ہے۔ اور راڈار کے متعلق ناواقفیت کوئی حیران کُن بات نہیں۔

راڈار بہت سی سائنسی معلومات کی طرح شاید ایک حادثہ کا مرہونِ منت ہے۔ پچھلی عالمی جنگ سے پہلے یورپی سائنسدان ٹیلی ویژن پر تجربے کر رہے تھے۔ ہوا میں نشر کی گئی برقی لہروں میں ہر معدنی اشیاء کے ٹکراؤ سے خلل واقع ہوتا تھا۔ کیتھوڈ رے ٹیوب پر وہ ایک داغ کی طرح نمودار ہوتا تھا۔ اسی عرصہ میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہو گئی۔ لفٹ واف جرمن ایئر فورس شاید اس وقت کے یورپ کی مضبوط ترین ایئر فورس تھی اور برطانیہ کے پاس ۲۵ ہوائی جہازوں پر مشتمل چند سکواڈرن تھے۔ ڈنکرک کی فتح کے بعد جرمن فوجوں کا یلغار رُک گیا۔ اور ہٹلر نے برطانوی جزائر پر فوجی حملہ کرنے کی بجائے ہوائی حملے کرنے شروع کئے۔ چونکہ ہٹلر کے خیال کے مطابق ہوائی حملوں سے ہی برطانوی عزم و ارادہ کو ختم کیا جا سکتا تھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں ہوائی جہاز لندن اور دوسرے شہروں پر بمباری کرنے آتے تھے۔ اور واپس چلے جاتے تھے۔ ہوائی جہازوں کی آمد کا پتہ لگانے کے لئے آواز پکڑنے کے لئے دقیانوسی آلات استعمال کئے جاتے تھے جب دشمن کے ہوائی جہاز پانچ سات میل دُوری پر ہوں۔ اتنے قلیل سے عرصہ میں رائل ایئر فورس کے ہوائی جہازوں کی اڑان مشکل ہوتی تھی۔ طیارہ شکن توپیں حملے کا مقابلہ کرتی تھیں۔ لیکن اتنا کارگر نہ ہوتا تھا۔

سائنسدان اس میدان میں آئے اور ٹیلیویژن کے تجربے کر رہے سائنسدان جس خلل سے پریشان تھے اُسے کام میں لانے کی سوچنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ جب کسی دھات کی بنی ہوئی چیز کے ٹکراؤ کا اثر برقی لہروں پر پڑتا ہے۔ اور کیتھوڈ رے ٹیوب پر ایک نشان سا بن جاتا ہے تو کیوں نہ اس خلل پیدا کرنے والی دھات یا دھات کی بنی ہوئی چیز کا فاصلہ جسامت بلندی ماپنے کی کوشش کی جائے۔

تجربے ہونے لگے اور بالآخر سائنسدان کامیاب رہے اُن کی محنت اور مسلسل تجربوں کا نتیجہ تھا۔

ریڈیو ڈائرکشن اینڈ رینجنگ اپریٹس جسے بعد کے زمانہ میں راڈار کا نام دیا گیا۔

برقی لہریں ہوا میں نشر کی جاتی تھیں۔ وہ ایک جانب پھیل جاتی تھیں۔ اُن کا صحیح نقشہ ذہن میں بٹھانے کے لئے ہم ٹارچ کے بیم کا تصور کر سکتے ہیں۔ روشنی کے اس لمبے گول بیم میں کوئی چیز داخل ہوتی ہے تو شروع میں صاف سے پھر زیادہ اچھی طرح اور عین مرکز میں بالکل صاف اور پھر بتدریج کم۔ دھندلی سے نظر آتی ہوئی غائب ہو جاتی ہے۔ بعینہٖ اس طرح برقی لہروں کے اس حلقے میں جب کوئی ہوائی جہاز کسی قسم کی چیز داخل ہوتی ہے تو برقی لہریں ٹکرا کر ایریل کی طرف واپس آتی ہیں۔ وہاں ریڈار ریسیور کے ڈائی پول (DIPOLE) سے جذب کر کے نیچے ریسیور میں منتقل کر دیتے ہیں۔ ریسیور میں اس کمزور کرنٹ کو مزید تقویت پہنچائی جاتی تھی۔ اور پھر اس سگنل کو کیتھوڈ رے ٹیوب میں گزارا جاتا تھا۔ کیتھوڈ رے ٹیوب الیکٹرون گزر کر گرڈ اور متوازی رکھی ہوئی پلیٹوں کے درمیان گزرنے سے ٹیوب کے چہرے پر ایک سیدھی سی لکیر نمودار ہو جاتی تھی۔ جب بھی کوئی معدنی اشیاء کے ٹکراؤ سے لہریں واپس آتی تھیں تو سیدھی لکیر میں خم پیدا ہو جاتا تھا۔ یہ خم خلل کی شدت فاصلہ اور جسامت کے متناسب ہوتا تھا۔ (GONIO METER) گونیومیٹر کی امداد سے اس خلل کا یا ٹیوب پر نظر آنے والے خم کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔ اس طرح ہوا میں پرواز کرنے والے ہوائی جہازوں کی آمد کا پتہ چل جاتا تھا۔ چونکہ ہوائی جہاز کی سطح سے ٹکرا کر لہریں واپس آتی تھیں اور ریڈیائی لہروں کو پار کرنے کا ٹائم بیس ریڈیل فاصلے کا تعین کرایا جاتا تھا۔ شروع میں فاصلہ ۱۰۰ میل کے قریب تھا۔ ایک سو میل تک کے فاصلے میں داخل ہونے والے ہوائی جہازوں کا پتہ چل جاتا تھا۔ بعد میں مسلسل تجربوں نے یہ ممکن بنا دیا کہ ۲۵۰-۳۰۰ میل تک کے فاصلے پر آنے والے جہازوں کا پتہ چل جاتا تھا۔ یہ عمل صرف ہوائی جہازوں تک محدود نہ تھا بلکہ سمندر میں چلنے والے جہازوں کی آمد و رفت کا بھی پتہ چل جاتا تھا۔ یہ عمل صرف ہوائی جہازوں تک محدود نہ تھا بلکہ سمندر میں چلنے والے جہازوں کی آمد و رفت کا بھی پتہ چل جاتا تھا۔

برطانوی الجزائر کے ساحل پر ریڈار سٹیشنوں کی ایک کڑی سی بنا دی گئی تھی تاکہ دشمن کے ہوائی جہاز کی پرواز کی اور برطانوی علاقہ میں داخلہ سے پہلے خبر مل جائے۔ اس طریقہ سے برطانوی لڑاکا جہازوں اور طیارہ شکن توپوں کو مقابلہ کے لئے تیار ہو جانے کا موقعہ مل جاتا تھا۔ اور عام شہریوں کو باخبر کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ وہ پناہ گاہوں میں داخل ہو جائیں۔ راڈار کی ایجاد اور میدان جنگ میں استعمال نے نازی ہوائی فوج کو بہت نقصان پہنچایا۔ حتیٰ کہ وہ حملے اور اُن کی شدت کم ہوتی چلی گئی۔

برطانیہ میں جو راڈار سٹیشن نصب کئے گئے اُن کے کھمبے ۳۰۰ فٹ کے قریب اونچے ہوتے تھے۔ اُن کو ٹی۔ آر۔ یو یونٹ کہا جاتا تھا۔ بعد ازاں آسانی سے لے جائے جانے والے ہلکے یونٹ تعمیر کئے گئے۔ اور اُن کو ایم۔ آر۔ یو یونٹ کا نام دیا گیا۔ برطانیہ میں موجود راڈار سٹیشنوں کو چین ہوم (CHAIN HOME) کا نام دیا گیا تھا۔ ساحل پر نصب راڈار کو چین لو لیول یونٹ کا نام دیا گیا۔ بعد ازاں راڈار افریقہ میں بھی کام میں لایا گیا۔ لیکن چونکہ صحرا کی لڑائی تیز رو۔ مارٹگمری اور ٹینکوں کی لڑائی تھی اس لئے راڈار کا زیادہ استعمال نہیں کیا گیا۔

سی۔ آئی۔ سٹیشنوں پر اوپریٹر شمال مغرب مشرق اور جنوب ہر جانب کا بٹن دبا کر لہریں نشر کرتا تھا۔ اور ٹیوب پر اس کا رد عمل دیکھتا تھا۔

سی۔ آر۔ ایل اور جی۔ سی۔ آئی (Ground Control Interception) سٹیشنوں میں ریسیور کا پرنگا ایریل گول دائرے میں گھومتا رہتا ہے برقی لہروں کو ہوا میں نشر کرتا رہتا تھا۔ جو کوئی بھی دھات کی بنی چیز اس کی زد میں آ جاتی تھی اس کا نشان ٹیوب پر نمودار ہو جاتا تھا۔ اس طرح ان سٹیشنوں کا ایک نقص دُور ہو گیا۔ اب ذرا سی جگہ بھی بچ نہیں سکتی تھی اور کسی ایک طرف توجہ کرنے کے لئے ایریل کو ایک جگہ روکا بھی جا سکتا تھا۔

اس میدان میں تجربہ اور تحقیق متواتر جاری رہا۔ سائنسدان فاصلہ بلندی اور صحیح معلومات حاصل کرنے میں کوشاں رہے۔ نئی نئی قسم کے ریڈار سٹیشن ایجاد کئے گئے۔ اُن میں سے ایک چھوٹا سا ریڈار یونٹ تھا۔ جسے جیپ میں رکھ کر پیرا شوٹ کے ذریعے کہیں بھی اُتارا جا سکتا تھا۔ اس کی چھت پر ایک خاص وضع کا ایریل استعمال ہوتا تھا جس کا نام اس کے جاپانی موجد یاگی کے نام یاگی ٹائپ ایریل تھا۔

(رہنا نوف)

مستورات

جرمنی میں دودھ کی پیداوار

ہندوستان میں قدیم زمانہ سے گائے کا احترام کیا جاتا ہے آج بھی ہندو اس کی پوجا کرتے ہیں۔ آزادی سے پہلے کہا جاتا تھا کہ اگر ملک آزاد ہو گیا تو یہاں دودھ اور گھی کی نہریں بہنے لگیں گی۔ مطلب یہ تھا کہ آزادی کے بعد ذبیحہ گاؤ پر پابندی لگے گی تو دودھ اور گھی کی پیداوار زیادہ ہو گی اور لوگ گھی دودھ کھا کر موٹے اور توانا ہو جائیں گے۔ آزادی کے بعد ذبیحہ گاؤ پر پابندی بھی لگی اور دودھ کے رہے سہے تالاب بھی خشک ہو گئے۔ آزادی سے پہلے اصلی دودھ اور گھی آسانی سے مل جایا کرتا تھا اور وہ بھی سستا یعنی ایک روپے سیر گھی اور دو آنے سیر دودھ۔ آج اصلی گھی اگر باپ کے گھر سے بھی خریدا جائے گا تو اس میں ملاوٹ ہو گی۔ بازار میں آٹھ روپے سیر گھی ملتا ہے جسے کھا کر پچھتانا پڑتا ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے مغربی جرمنی کا خبرنامہ پڑا ہے جس پرچہ جولائی کی تاریخ ہے اس میں گائے اور اس کے دودھ کی پیداوار پر ایک مضمون درج ہے جس کا عنوان ہے "ایک گائے سال میں آٹھ ہزار لٹر دودھ دیتی ہے"۔ ایک لٹر تقریباً ایک کلو کے برابر ہوتا ہے یعنی ایک سیر۔ مضمون میں لکھا ہے کہ جرمنی کی سیاہ اور سفید گائے دودھ دینے کے لئے مشہور ہے عموماً یہ گائے سال میں آٹھ ہزار لٹر دودھ دیتی ہے۔ یہاں کے حساب سے روزانہ بیس سیر۔ اس مضمون کے ساتھ ایک گائے کی تصویر بھی دی گئی جس کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ سالانہ ۸۲۸۴ لٹر دودھ دیتی ہے۔ جس ملک کی گائے روزانہ بیس سیر دودھ دیتی ہو اس کے مبارک ہونے میں شبہ ہی کیا رہ جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں گائے کی پوجا نہیں ہوتی اور اُسے بھوکا نہیں مارا جاتا۔ پنڈت نہرو ایک دفعہ شاید گجرات میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہاں گائے کی پوجا ہوتی ہے مگر اس کی خدمت نہیں کی جاتی۔ باہر کے ملکوں میں ایک گائے روزانہ ۴۰ سیر دودھ دیتی ہے آپ نے تقریر کرتے ہوئے ایک کانگریسی لیڈر سے کہا کہ ذرا آپ بتائیے کہ آپ کی ریاست میں فی گائے کتنا دودھ دیتی ہے؟ لیڈر صاحب نے کہا اوسطاً روزانہ دو سیر! سوال یہ ہے کہ جس ملک میں گائے کا حد درجہ احترام ہوتا ہو اس میں اس جانور کی یہ دُرگت کیوں ہے کہ وہ صرف دو سیر دودھ دیتی ہے؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہاں کی ناکارہ گائیں جن کی تعداد آٹھ کروڑ سے کم نہیں وہ اچھی اور تندرست گایوں کا چارہ کھا جاتی ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں چراگاہیں نہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہاں ناکارہ گایوں کے ذبیحہ پر پابندی ہے۔ اور شاید یہ وجہ بھی ہے کہ جیسی نیت ویسا پھل۔

قدرت نے جرمنی، امریکہ اور دوسرے ممالک کو اپنی خاص عنایات سے نوازا ہے اس لئے وہاں فی روزانہ بیس سیر دودھ دیتی ہے۔ اور وہاں کے لوگ اس کا استعمال کر کے خوب توانائی حاصل کرتے ہیں۔

(الجمعیۃ دہلی ۱۰ ؍۸ ؍۶۲)

وصایا

مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز اور صدر انجمن احمدیہ کی منظوری سے قبل صرف اس لئے شائع کی جاتی ہیں تا اگر کسی صاحب کو ان وصایا کے متعلق کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو وہ پندرہ دن کے اندر اندر دفتر ہذا کو مفصل طور پر آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

نمبر ۱۳۳۶۶ میں بشریٰ بیگم زوجہ غلام نبی صاحب قوم جٹ پیشہ خانہ داری عمر اکیس سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۷/۶۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری اس وقت کوئی آمد نہیں ہے میری اس وقت مندرجہ ذیل جائیداد ہے :-

(۱) کڑے طلائی وزنی ۳۰ گرام	جن کی کل قیمت موجودہ ریٹ کے مطابق مبلغ -/۸۰۰ روپیہ بنتے ہیں
(۲) کانٹے و انگوٹھی وزنی ۲۲ "	
(۳) گلوبند طلائی وزنی ۳۰ "	
(۴) نکہ طلائی وزنی ۱۷ "	

حق مہر اپنے خاوند سے وصول کر چکی ہوں۔ جس سے مندرجہ بالا زیور بنوایا گیا تھا۔ میں اس کل جائیداد کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز میری وفات پر جو بھی جائیداد ثابت ہو اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی۔

الامتہ بشریٰ بیگم ۶/۷/۶۲

گواہ شد۔ خاوند موصیہ غلام نبی درویش قادیان ۶/۷/۶۲ ۔ گواہ شد قریشی محمد شفیع عابد موصی نمبر ۲۹۲۹ قادیان ۶/۷/۶۲

نمبر ۱۳۳۶۷ میں فیروزہ بیگم زوجہ چوہدری منور علی صاحب قوم احمدی پیشہ خانہ داری عمر ۔۔۔ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۸/۶۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

(۱) حق مہر آٹھ سو روپیہ جو بذمہ شوہر واجب الادا ہے۔

(۲) ایک عدد گلوبند طلائی وزنی قریباً ایک تولہ قیمتی	-/۱۱۵	روپے
(۳) ایک عدد نکہ طلائی وزنی تقریباً ۸ ماشہ "	-/۸۰	"
(۴) ایک جوڑی کانٹے طلائی وزنی آٹھ ماشہ "	-/۸۰	"
(۵) ایک عدد انگوٹھی طلائی وزنی قریباً تین ماشہ "	-/۳۰	"

کل منقولہ جائیداد کی موجودہ قیمت -/۱۱۰۵ گیارہ صد پانچ روپے ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ بھی اگر کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اور میں اس کی اطلاع مجلس کارپرداز قادیان کو دیتی رہوں گی۔ میں کوشش کروں گی کہ اپنا حصہ جائیداد اپنی زندگی ہی میں ادا کر دوں۔ میری وفات کے وقت میری جو جائیداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ۱/۸/۶۲ راقم وصیت فیض احمد گجراتی درویش قادیان موصی نمبر ۱۰۸۸۶

الامتہ فیروزہ بیگم موصیہ اہلیہ چوہدری منور علی صاحب شوہر موصیہ ۱/۸/۶۲

گواہ شد۔ چوہدری بدر الدین صاحب عامل درویش موصی نمبر ۱۰۸۸۷ ۔ ۱/۸/۶۲

گواہ شد۔ محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر درویش قادیان موصی نمبر ۱۰۸۸۵ ۔ گواہ شد چوہدری منور علی صاحب فوٹوگرافر درویش قادیان شوہر موصیہ

ایک ضروری وضاحت

بدر مورخہ ۸ راگست میں مکرم الحاج چوہدری مبارک علی صاحب کے مرتب کردہ حج بیت اللہ شریف کے جو حالات و کوائف صفحہ اول پر شائع ہوئے ہیں ان میں کالم ۳ پر الفضل کا جو حوالہ دیا گیا ہے، وہ درست نہیں ہے۔ مکرم حاجی صاحب نے وضاحت فرمائی ہے کہ انہوں نے کسی غیر احمدی اخبار میں کسی غیر احمدی حاجی کے تحریر کردہ حالات پڑھے تھے۔ اور اسی کی تردید کی ہے۔ بہرحال یہ حوالہ کسی احمدی حاجی یا اخبار الفضل سے تعلق نہیں رکھتا۔

ایڈیٹر بدر

۲۲ - اللہ کی کائنات کی بے پایاں وسعتوں کی پیمائش کوئی بڑے سے بڑا انکلیاتی بھی آج تک کر سکا ہے؟

(مسدق جبلادیہ)

احباب جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی خاص توجہ کیلئے

پیشتر ازیں متعدد بار احباب جماعت کو تحریک درویش فنڈ کی ضرورت اور اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے۔ اس تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے۔ لیکن وعدہ جات کی فہرست اور وصولی کی رفتار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جماعت کے ایک بہت بڑے حصہ نے اس طرف توجہ ہی نہیں کی۔ اور جن دوستوں نے اس میں حصہ لیا ہے ان میں سے بھی اکثر نے کما حقہ اس کی اہمیت کو سمجھ کر بڑھ چڑھ کر حصہ نہیں لیا ہے۔

ہذا مخلصین جماعت کی یاد دہانی کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ کے ارشاد گرامی کا ایک حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ تا مخلصین جماعت اس تحریک کی ضرورت اور اہمیت کا صحیح اندازہ کر سکیں اور اس میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اپنے فرض سے عہدہ برآ ہوں۔

"دراصل قادیان کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے لیکن تقدیر الٰہی کے ماتحت ایک حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا اور دوسرا حصہ قادیان میں آباد ہونے کی توفیق نہیں پا سکا اور صرف قلیل حصہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ کہ وہ موجودہ حالات میں قادیان میں ٹھہر کر خدمت دین بجا لاویں۔ پس دوسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خدمت اور آرام کا خیال رکھیں اور انہیں کم از کم ایسی مالی پریشانیوں سے بچائیں جو توجہ کے انتشار کا موجب ہو۔ حقیقتاً ہم پر یہ درویشوں کا احسان ہے کہ وہ ہمارے قربانی کر کے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں پس یہ امداد ہرگز صدقہ و خیرات کے رنگ میں نہیں بلکہ ایک محبت کا تحفہ ہے جو شکرانہ اور قدردانی کے رنگ میں ہم یا ہندوستانی دوست درویشوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

بہرحال آپ فوری طور پر ... ہندوستانی احباب میں تحریک کریں۔ کہ وہ اس تحریک میں حصہ لے کر اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیں۔ اور خدا تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوں"

امید ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ارشاد اور مرکزی ضروریات کے پیش نظر جملہ مخلصین درویش فنڈ کی تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

اوپر آسمان پر

آپ رات کو جب آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں پر نظر کرتے ہیں تو آسانی خیال کر لیتے ہیں کہ آپکی نظر جو حال پر نہیں ماضی پر پڑ رہی ہیں یعنی آپ جن ستاروں کو دیکھ رہے ہیں وہ وہ نہیں جیسے کہ اس وقت ہیں بلکہ گم گشتہ ہیں۔ جیسے کسی زمانہ میں آج سے سینکڑوں برس پیشتر تھے ان کی روشنی بچھ کر تو وہاں سے تھوڑی ہی چلی ہے، وہ تو اس وقت چلی تھی جب ہم آپ کوئی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ بعض ستاروں سے تو اس وقت سے جب خود انسان ہی کا وجود اس کرۂ زمین پر نہ تھا! ___ اور روشنی اس برق رفتاری سے چلتی ہے اس کا حساب بھی کچھ سن لیجئے، ایک لاکھ ۸۶ ہزار تین سو میل فی سیکنڈ! چنانچہ آفتاب جو زمین سے کل ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل کے فاصلے پر ہے اس کی روشنی ہم تک (۹۳۰۰۰۰۰۰ ÷ ۱۸۶۰۰۰ × ۶۰ × ۸) آٹھ منٹ میں پہنچ جاتی ہے۔

اور ایک خاص ستارہ Proxima Centauri زمین سے اس روشنی کے حساب سے ناپ کر ۱۰ لاکھ × ۱۰ لاکھ × ۲۶ میل بتایا گیا ہے۔ علمائے فلکیات ... ۱۸۶۰۰۰ × ۶۰ × ۶۰ × ۲۴ × ۳۶۵¼ کے حاصل ضرب کو ایک سال نوری سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ان کی اصطلاح میں ستارہ مذکور کا فاصلہ زمین سے ۴¼ سال نوری کا ہے ___ اس پیمانہ کو یاد رکھ کر آگے چلئے۔

ستارہ Alcaire A کا فاصلہ زمین سے ۱۶ سال نوری کا ہے۔

ستارہ Vaga " " ۲۶ " " "

ستارہ Pemoh " " ۱½ ہزار " " "

اور کہکشاں کے بعض ستاروں کا فاصلہ ہم سے سینکڑوں نہیں ہزاروں سال نوری کا ہے آفتاب جو ہم کو اتنا عظیم الشان نظر آتا ہے اور واقعی ہی اس کے اندر ۱۰ لاکھ زمینیں آسانی سے سما سکتی ہیں۔ آسمان کے دوسرے ستاروں کے مقابلہ میں محض ایک معمولی جسامت کا ہے! اور بعض ستارے تو ایسے ہیں کہ آفتاب کو تو آسانی نگل سکتے ہیں۔ چنانچہ ستارہ ۔۔۔ کے اندر نہ صرف آفتاب سما سکتا ہے بلکہ زمین کا پورا مدار آفتابی ___ اور کرۂ مریخ کا پورا مدار آفتابی بھی! اس کا قطر ۔۔۔ ۴۸۰۰۰۰۰۰۰ میل کا ہے! ۲۲

خبریں

نئی دہلی ۔ اراگست ۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا دو روزہ اجلاس آج کانگریس ورکنگ کمیٹی کی بھیجی ہوئی مسٹر ناڈار کی قرار داد منظور کرنے کے بعد ختم ہو گیا۔ اس قرار داد میں کہا گیا ہے کہ ممتاز کانگریسی لیڈر رضاکارانہ طور پر وزارتی عہدے چھوڑ کر جماعت کو مضبوط بنانے کے واسطے کام کریں۔

نیو یارک ۔ اراگست ۔ حکومت امریکہ نے ایک سکیم تیار کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ سمندر میں مچھیوں کو زیادہ سے زیادہ جمع کر دیا جائے ۔ اس اسکیم پر ایک ارب ۸۲ کروڑ پونڈ خرچ ہوں گے ۔ مقصد یہ ہے کہ گہرے سمندروں کے غذائی وسائل کا پتہ لگایا جائے اور ان سے فائدہ اٹھایا جائے تاکہ دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کی خوراک کا مسئلہ حل ہو سکے ۔ اس اسکیم کی رو سے بہت سے آبدوز جہاز تیار کئے جائیں گے جو ۳ میل تک نیچے جا کر سمندر میں غذائی وسائل کی کھوج کر سکیں گے ۔

نئی دہلی ۔ ۵ راگست ۔ وزیر اعظم مسٹر نہرو نے آج کانگریس سیوا دل کی ۲۵ ویں سالگرہ کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ملک کی آزادی کو اگر ہم برقرار رکھنا چاہیں تو اس کے لئے ہمیں ہر طریقہ سے تیار رہنا ہوگا ۔ آج بھی ہم اگر غفلت میں پڑے رہے تو کمزور ہو کر ختم ہو جائیں گے

وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں مزید کہا کہ ملک کے آزاد ہونے کے بعد سے ہماری ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں ۔ کبھی کبھی لوگ ایسے عجول گرائی سیدھی باتیں کرتے ہیں جو مناسب نہیں ہے اس سے خطرہ پیدا ہو جاتا ہے

صدر کانگریس شری ڈی سنجیویا نے کہا کہ ملک کو آج بھی قربانی اور ڈسپلن کی بڑی ضرورت ہے مجھے یقین ہے کہ ملک کے نوجوان سب سے آگے آئیں گے ۔

مدراس ۱۲ راگست ۔ مدراس کے چیف منسٹر شری کامراج نڈار نے آج اخباری نمائندوں کو بتایا کہ وہ سات تنظیمی منسٹری پارٹی کے کام کے لئے منتخب کئے جائیں گے ۔ ان کے نام پر رف ن منسٹری سنٹری نہرو ۔ ۲۴ راگست کو کانگرس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ کے بعد پیش کر دیں گے ۔ اس وقت تک تنظیمی منسٹریوں کے جانشینوں کے ناموں کا فیصلہ ہو چکا ہو گا ۔ شری کامراج آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی میٹنگ میں شرکت کے بعد آج دہلی سے واپس مدراس پہنچے تھے ۔ آندھرا پردیش کے چیف منسٹر شری سنجیوا ریڈی نے آج حیدر آباد میں بتایا کہ نہرو نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اس فیصلہ سے پہلے ہی سرکردہ لیڈروں وزارتی گدیاں چھوڑ کر تنظیمی کام کریں استعفے دے دیا تھا ۔ انہوں نے دہلی سے واپسی پر نامہ نگاروں کو بتایا کہ انہوں نے ۱۰ راگست کو شام سات بجے کی شبھ گھڑی میں اپنا استعفے دیا تھا ۔ یہ وقت اور تاریخ وہی ہے ۔ جب کہ ۲۱ سال پہلے گاندھی جی نے ہندوستان چھوڑ دو کا نعرہ لگایا تھا ۔ ان سے پوچھا گیا کہ آیا مدراس کے چیف منسٹر شری کامراج نڈار کو صدر کانگرس بنایا جائے گا ۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اگر شری نڈار چاہتے تو بہت عرصہ پہلے صدر کانگرس بن جاتے ۔ شری کامراج نڈار کو ان کی نئی تحریک پر خراج تحسین ادا کیا گیا ہے وہ اس کے مستحق ہیں ۔

نئی دہلی ۱۲ راگست ۔ پارلیمنٹ کا موسم برسات کا سیشن آج ۱۳ راگست سے شروع ہو رہا ہے ۔ اور یہ ۲۰ ستمبر تک جاری رہے گا اس میں چین کی طرف سے بھارت پر نئے حملہ کا خطرہ زیر غور آئے گا ۔ نیز ملک کی اقتصادی خاص طور پر اشیاء کے نرخوں میں اضافہ سے پیدا شدہ صورت حال پر غور ہو گا ۔ اجلاس میں تیسرے پلان کی رفتار ترقی بھی زیر بحث آئے گی ۔ اجلاس میں ۱۴ نئے بل پیش کئے جائیں گے ۔ جن میں پریس کونسل کے قیام کا بل بھی شامل ہے ۔ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ کی روک تھام کے متعلق بھی بل اسی سیشن میں پیش ہو رہا ہے ۔

راولپنڈی ۱۲ راگست ۔ اخبار پرتاپ میں شائع شدہ خبر مظہر ہے کہ پاکستان کے صدر ایوب کی کیبنٹ نے اپنی میٹنگ میں تین گھنٹہ تک مسئلہ کشمیر پر غور کیا ۔ یہ میٹنگ نہایت عجلت میں بلائی گئی تھی ۔ حتیٰ کہ وزیر خارجہ مسٹر بھٹو جو کہ اپنڈے سائیٹس کے اپریشن کرنے کے بعد آرام کرنے کی غرض سے دورہ سے پہلے اپنے گھر لاڑکانہ گئے تھے ۔ انہیں میٹنگ میں فوری پیغام بھیج کر شامل ہونے کو کہا گیا ۔ معلوم ہوا ہے کہ اس میٹنگ میں مسئلہ کشمیر کے حل کے سلسلہ میں مدعیست مقرر کرنے کی تجویز اس شرط پر ماننے کا فیصلہ کیا گیا کہ بھارت تحریری طور پر یہ اعلان کرے کہ وہ مدعیست کے فیصلہ کو بہر صورت منظور کرے گا ۔ نیز بھارت یہ بھی اعلان کرے کہ حل حق خود ارادیت کی بنیادوں پر ہو گا ۔ مدعیست کی تقرری کرنے کے سلسلہ میں پاکستان نے یہ شرط پیش کی ہے ۔ کہ مدعیست ایک مقررہ عرصہ کے اندر اپنی سفارشات بھارت اور پاکستان کو پیش کریں اور صرف کشمیر کا مسئلہ ہی مدعیست کے سپرد کیا جائے اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ برطانوی اور امریکی سفیروں نے صدر ایوب کے ساتھ اپنی حالیہ میٹنگ میں مسئلہ کشمیر کے حل کے سلسلہ میں مدعیست مقرر کرنے کی تجویز پیش کی تھی ۔ چنانچہ پاکستان کی اس فیصلہ سے امریکہ ۔ برطانیہ کو مطلع کیا جا رہا ہے ۔

نئی دہلی ۔ ۱۴ راگست پر دھان منتری پنڈت نہرو نے کہا ہے کہ بھارت پر چین اور پاکستان کی طرف سے بیک وقت حملہ کئے جانے کا امکان ہے ۔ انہوں نے یہ تاثر کل شام پارلیمنٹ کے کچھ سرکردہ ممبروں کے ساتھ بات چیت کے دوران میں کیا ۔ پردھان منتری نے اس ملاقات میں کہا کہ تبت میں اور شمالی سرحدوں کے ساتھ ساتھ چینی فوجوں کا موجودہ اجتماع گذشتہ اکتوبر کے اجتماع سے بھی زیادہ ہے ۔ یہ بھارت پر نئے چینی حملہ کا پیش خیمہ یا ہم پر دباؤ ڈالنے کی چالوں کا حصہ ہو سکتا ہے ۔ چین اور پاکستان کی طرف سے بیک وقت حملہ ہونے کا امکان بھی خارج از بحث نہیں ہے ۔ شری نہرو نے ممبران پارلیمنٹ کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ چین کے دل کی بات سمجھنا بہت مشکل ہے ۔ روس والے بھی جن کے ساتھ اب چینیوں نے نظریاتی جنگ شروع کر رکھی ہے ۔ اُن کے دل کی بات نہیں سمجھ سکے ۔ آپ نے کہا کہ مشرقی سیکٹر میں چینی فوجوں نے میکموہن لائن کے بہت قریب مورچے سنبھال لئے ہیں ۔ انہوں نے ۱۲ میل کے اس غیر فوجی رقبہ میں بھی چوکیاں بنا لی ہیں جہاں سے اُنہیں پیچھے چلا جانا چاہیئے تھا ۔ جب کچھ ممبروں نے بھارت کی دفاعی تیاریوں کی بابت دریافت کیا ۔۔۔ تو پنڈت نہرو نے کہا کہ اگر چینی حملہ آور بھارتی علاقہ میں داخل ہوئے تو اُنہیں پسپا کرنے کے لئے تمام ضروری انتظامات موجود ہوں گے ۔ چین کے کسی امکانی ہوائی حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اہم شہروں اور صنعتی مرکزوں کے قریب راڈر کا سامان نصب کیا جائے گا ۔ بھارت کا جو مشن فوجی سامان خریدنے کے سلسلہ میں روس گیا ہوا ہے ۔ پنڈت نہرو نے اس کے متعلق کہا کہ اس کی بات چیت تسلی بخش طریقہ سے ہوئی ہے ۔ اور مجھے روسی امداد اچھی مقدار میں ملنے کی توقع ہے ۔ آواز سے زیادہ تیز رفتار سے اُڑنے والے ہوائی جہازوں کے متعلق آپ نے کہا کہ امریکہ اور برطانیہ ان کی سپلائی کے لئے تیار نہیں ہوئے ۔

وائس آف امریکہ کے ٹرانسمٹر کے بارے میں پردھان منتری نے کہا کہ اس کی بات چیت کئی مہینوں سے ہو رہی تھی ۔ لیکن دستخط ہونے سے پہلے معاہدہ کا مسودہ وزارت کی میٹنگ میں پیش نہیں ہوا تھا ۔ تاہم ہم نے معاہدہ میں کچھ تبدیلیاں تجویز کی ہیں ۔ اور ان کا جواب ملنے کا انتظار ہے ۔

واشنگٹن ۱۱ راگست محکمہ خوراک کے ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ نو کروڑ ۲۸ لاکھ ۹۶ ہزار روپیہ کا گندم خریدنے کا اختیار بھارت کی طرف سے دیا گیا ہے ۔ ۲۰ راگست اور ۳۱ دسمبر کے درمیان یہ گندم جہازوں میں بھیجا جائے گا ۔

چنڈی گڑھ ۱۰ راگست آئندہ سال کے اوائل تک پنجاب میں ۱۴ ہزار پرائمری سکولوں میں خواتین ٹیچر کام کریں گی یہ فیصلہ سرکاری طور پر منعقد ایک سہ روزہ کانفرنس میں کیا گیا ہے جس میں ضلع اور سرکل ایجوکیشن افسران نے حصہ لیا ۔ ان سکولوں میں اس وقت خواتین ٹیچروں کی تعداد ۸ ہزار ہے اس سال چار ہزار اور خواتین ٹیچر مقرر کی جائیں گی ! ان سکولوں میں مخلوط ایجوکیشن سسٹم کو بتدریج نافذ کیا جا رہا ہے

آزادی وطن کی سولہویں سالگرہ

بقیہ صفحہ ۲

نے ملک کی شمالی سرحدوں سے چیلنج کیا تھا جس کا جواب ہر آزاد ہندوستانی کے عمل سے دیا جانا ہے ۔ حکومت نے ٹیکس لگائے جنہیں تکلیف اُٹھا کر بھی ادا کرنا حب الوطنی کا تقاضا ہے ۔ ایسے موقع پر کسی طرح کے کرب و اضطراب کا مظاہرہ مناسب نہیں ۔ عوام کو حکومت کے ہاتھ مضبوط کرنے چاہئیں تاکہ ہماری آزادی برقرار رہے ۔ اور کسی دشمن کو اس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہو ۔ ۔ بے شک اگر آپ حکومت کے کل پرزے ہیں تو خرچ کرتے وقت اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیئے ۔ کہ اس روپیہ کی فراہمی کے پیچھے ہزاروں کروڑوں افراد کی خون پسینہ کی کمائی ہے ۔ اور وہ نیک اور بہادرانہ جذبہ جس کے تحت ہر ملک واسی اپنے ملک کے دفاع کے لئے غیر معمولی بوجھ برداشت کر رہا ہے ۔ آپ کا فرض ہے کہ اخراجات کو صرف واجبی حد تک رکھیں اور اسراف اور فضول خرچی سے ہر حالت میں پرہیز کریں ۔

غرضیکہ اس سولہ سالہ زمانۂ آزادی میں ہم نے ذاتی تجربہ کی بناء پر بہت کچھ سیکھا ہے ۔ جہاں ہمیں آزادی کی نعمت کی اہمیت و عظمت نمایاں طور پر نظر آنے لگی ہے وہاں اس کے نتیجے میں جن ذمہ داریوں سے ہم وطنوں کو عہدہ برآ ہونا ہے وہ بھی مختلف جہات سے نمایاں ہیں ۔ اب یہ تمام ہندوستان کے سبھی آزاد شہریوں کا کام ہے ۔ کہ اپنے اپنے دائرہ عمل میں ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے خالص نیک نیتی اور جذبہ حب الوطنی کا شاندار نمونہ دکھائیں ہر حال آنے والا زمانہ ہی بتائے گا کہ ہم نے اس بڑے دن کی قدر و منزلت کس حد تک سمجھی اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی سعی کی ! !